سیتامڑھی

عصرِ حاضر میں "کل ہند سنی کانفرنس" کی ضرورت

جمہوریت کا قاتل کون؟

اصلاحِ معاشرہ کی تصویر

مسلم سائنس دانوں کے کردار

بہار کی عظیم ہستی کے عظیم کارنامے

وقت پر گر وقت کی بات نہ مانی جائے

مدیر اعلیٰ: محمد فیضان رضا علیمی

نائب مدیر: محمد عامر حسین مصباحی

معاون مدیر: محمد شفاء المصطفیٰ مصباحی

جماعتِ رضائے مصطفیٰ
سیتامڑھی، بہار

بفیضِ نورانی:
غوث الثقلین حضور سیدنا
غوثِ اعظم شیخ
عبد القادر جیلانی
رضی اللہ عنہ

بظلِ روحانی:
تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ
مفتی محمد اختر رضا خان ازہری
علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بظلِ روحانی:
فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی
عبد الحلیم رضوی، اشرفی
علیہ الرحمہ

بیادگار:
اعلیٰ حضرت الشاہ
امام احمد رضا قادری
قدس سرہٗ العزیز

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ترجمان علمی ادبی فکری دعوتی اور اصلاحی مجلہ

ماہی پیامِ بصیرت سیتامڑھی

جلد (۱)
شمارہ (۳)

قومی صدر:
جانشینِ تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند علامہ
عسجد رضا خان قادری
مدظلہ العالی

سرپرستِ مجلسِ مشاورت:
شہزادۂ حضور قمرِ ملت
داعئ اسلام حضرت علامہ
عمر رضا خان قادری
ظلہ العالی

ضلعی سرپرست:
ماہرِ رضویات حضرت ڈاکٹر
امجد رضا امجد صاحب
پٹنہ

ضلعی صدر:
حضرت مولانا
صلاح الدین قادری
صاحب

مدیر اعلیٰ:
محمد فیضان رضا علیمی
رضا باغ گنگٹی

نائب مدیر:
محمد عامر حسین مصباحی
رسول گنج عرف کوئلی

معاون مدیر:
محمد شفاء المصطفیٰ مصباحی
باڑا

مجلسِ مشاورت

ڈاکٹر حسن رضا خان پی ایچ، ڈی، باتھ
مفتی وجہ القمر رضوانی ، نان پور
مفتی عبید الرضا عبد الہادی خان ، کما
مفتی ثناء اللہ خان قادری، سیتامڑھی
ارشدِ ملت علامہ ارشد سبحانی پاکستان
مولانا ارشد رضوی مقصود پور
مفتی اشرف رضا قادری، باتھ اصلی
ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری ، رودولی
مولانا ظفر امام مصباحی ، اندولی
مولانا فرمان علی برکاتی، کما
مولانا الیاس مصباحی ، اندولی
مفتی احسن رضا قادری باتھ اصلی
صوفی فاروق احمد رضوی، گوہردھن پور
مفتی محمد شعیب رضوی، باڑاوی
مفتی محمد راحت احسان برکاتی ،ددری
مولانا انوار رضا منانی مصباحی پوکھریرا

رفقائے تنظیم

مولانا اجمل حسین مرکزی
مفتی عبد الباسط مصباحی
مفتی علقمہ اشرف علیمی
مولانا گلیشر رضاء القادری
مولانا صابر رضا قادری بیلسنڈ
مولانا فاروق اسلم برکاتی صاحب (کاتب)

مجلسِ ادارت

مفتی کلیم احمد مصباحی، پوکھریرا شریف
مولانا رحمت اللہ صدیقی، پوکھریرا شریف
مفتی محمد رضا مصباحی ، نیپال
مولانا ریحان رضا انجم مصباحی ، بسفی
مفتی جاوید احمد عنبر مصباحی، کسیاپٹی
مولانا محبوب گوہر اسلام پوری
مولانا احمد رضا صابری مصباحی ، اندولوی
مولانا افروز مصباحی ، شریف پور
مفتی فقیہ القمر نعمانی، رضوانی نان پور
مفتی شمس الزماں خان صابری، پہسول
مولانا غلام زرقانی مرکزی، ازہری،
مولانا حاتم رضا مرکزی رضا باغ گنگٹی
مولانا ارشد قمر اخلاقی امجدی
مولانا صابر رضا رہبر مصباحی

قانونی انتباہ:

مضمون نگار کی آرا سے ادارہ ''جماعت رضائے مصطفیٰ سیتامڑھی'' کا اتفاق ضروری نہیں۔ ادارہ مسلک اعلیٰ حضرت پر کاربند ہے۔ اس کے خلاف اگر کوئی مضمون جانے انجانے میں شائع ہوجائے تو اسے کالعدم تصور کیا جائے۔ کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف سیتامڑھی کورٹ میں سنی جائے گی۔

رابطہ کریں:

جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ سیتامڑھی کا ممبرشپ حاصل کرنے کے لیے یا کسی بھی طرح کی دینی وسماجی ضرورت کے لیے دفتر سے رابطہ کریں۔

جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ، سیتامڑھی
رضا باغ گنگٹی، وایا، پوپری، ضلع سیتامڑھی، بہار
پن:843320
موبائل نمبر:9936389814-7398483995

8604387933
9060158121

faizanrazarazvi78692@gamail.com
aamirhusainmisbahi37@gamail.com

تزئین کار: محمد عامر حسین مصباحی 9060158121
WhatsApp

فہرست مضامین

نمبر شمار	کالمز	عناوین	مضمون نگار	صفحہ
۱	منظومات	کشتِ پا ہوں مرے حال کی خبر کردو	مولانا داؤد رضا رضوان	۴
۲	---	سیدی احمد رضا! تیرا زمانہ یاد ہے	محترم محمد جاوید رضا قادری	۴
۳	---	حق تعالیٰ کی عنایت ہیں محیٔ قادری	مولانا تحسین رضا رحمانی	۴
۴	اداریہ	عصرِ حاضر میں کل ہند سنی کانفرنس کی--	مدیرِ اعلیٰ کے قلم سے	۵
۵	مراسلات	دعائیہ کلمات	ارشدِ ملت حضور علامہ ارشد سبحانی	۹
۶	---	سہ ماہی پیامِ بصیرت وقت کی ضرورت-	مولانا ارشد الرحمٰن قادری، پوکھریروی	۹
۷	---	یہ اپنا محبوب رسالہ اپنی انوکھی تاریخ--	مولانا عبدالمجید محامد مصباحی	۱۰
۸	---	اسلاف واکابر کا ترجمان ہے پیامِ بصیرت	مولانا محمد ارشد رضا قمر اخلاقی	۱۰
۹	---	تبصرہ بر سہ ماہی پیامِ بصیرت شمارہ دوم	مولانا انصار احمد مصباحی، بنگال	۱۱
۱۰	---	پیامِ بصیرت کے جملہ مضامین علمی وتحقیقی-	محترم زبیر قادری	۱۴
۱۱	فتنوں کا سدباب	عقائد کے ساتھ تہذیب وثقافت کا تحفظ-	مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۱۵
۱۲	-----	تبلیغی جماعت سے پرہیز کیوں؟	مفتی راحت احسان برکاتی	۱۸
۱۳	اسلامیات	نعتیہ اشعار میں طٰہٰ ویٰس کا استعمال کا حکم	مفتی کلیم احمد مصباحی	۲۱
۱۴	---	شادی بیاہ کا اسلامی طور طریقہ	مولانا شبیر اشتر، مدھوبنی، بہار	۲۶
۱۵	---	بہار میں رسمِ جہیز	مفتی جاوید عنبر مصباحی	۲۸
۱۶	حالاتِ حاضرہ	اصلاحِ معاشرہ کی تصویر	مولانا ارشد رضا قمر اخلاقی	۳۴
۱۷	----	جمہوریت کا قاتل کون؟	مولانا انصار احمد مصباحی	۳۶
۱۸	آئینۂ ایام	مسلم سائنس دانوں کے کردار	مولانا اسلم رضا میمن تحسینی	۳۹
۱۹	ایجادات	بہار کی اردو صحافت: ایک جائزہ	مولانا صابر رضا رہبر مصباحی	۴۵
۲۰	رضویات	حامد منی وانا من حامد	مفتی سلیم نوری، بریلی شریف	۴۸
۲۱	شخصیات	بہار کی ایک عظیم ہستی کے عظیم کارنامے	مولانا محمد ادریس رضوی	۵۳
۲۲	----	شمالی بہار کی ایک عظیم وروحانی---	مولانا عبداللہ رضوانی، نان پور	۵۸
۲۳	----	حافظِ ملت علیہ الرحمہ: ایک علمی جہان	مولانا توفیق احسن برکاتی	۶۱
۲۴	متفرقات	وقت پر وقت کی گر بات نہ مانی جائے	مولانا آصف جمیل قادری، امجدی	۶۷
۲۵	جماعتی خبریں	جامعہ حنفیہ رضویہ مانک پور میں-	مولانا رضوان ازہری	۶۹
۲۶	----	عرسِ چہلم حضرت سید طاہر میاں بلگرامی	ارشد رضا قمر اخلاقی امجدی	۷۲

منظومات

کشتہ پا ہوں مرے حال کی خبر کردو

نتیجۂ فکر: مولانا داؤد رضا رضوان قادری، علیمی الٰہ آباد

۞۞۞۞۞

خدارا نظرِ کرم شاہِ بحر و بر کردو
مرے نصیب میں طیبہ کا اک سفر کردو
اسیرِ زلفِ نبی نام ہو مرا جگ میں
مرے وجود پہ ایسا کوئی اثر کردو
صبا مدینے میں جا کر مرے سلام کے بعد
"شکستہ پا ہوں مرے حال کی خبر کردو"
نثار جاؤں میں سو جان سے مدینے پر
خدا کے فضل سے ایسا مرا جگر کردو
مرے نصیب پہ شمس و قمر بھی رشک کریں
جو نعل رکھ کے مرے سر پہ تاجور کردو
کیا ہے زیر مجھے مل کے نفس و شیطاں نے
بچالو مرے پیمبر مجھے زبر کردو
تمہیں ، ہے واسطہ حسنینِ پاک کا آقا
بقیعِ پاک میں رضوان کا بھی گھر کردو

☆☆☆

منقبتِ اعلیٰ حضرت

نتیجۂ فکر: محترم محمد جاوید رضا قادری رضوی (نارووال، پنجاب پاکستان)

۞۞۞۞۞

سیدی احمد رضا تیرا زمانہ یاد ہے
جامِ عشقِ مصطفیٰ تیرا پلانا یاد ہے
تیری ہیبت سے چُھپے پھرتے تھے گستاخِ نبی
ان پہ تیرا خنجرِ خامہ چلانا یاد ہے
ہجرِ سرکارِ دوعالم میں ہوئے جب بے قرار
تم کو آقا کا حسیں جلوہ دکھانا یاد ہے
زندگی بھر پُرثبات اپنی دلیلوں سے سدا
باطلوں کی فکر پر نیزہ چلانا یاد ہے
پڑھ کے تیری دولتِ مکیہ سب گستاخ کا
شرم کے مارے عرب میں منہ چُھپانا یاد ہے
دیدنی تھی تیرے اندر عشقِ احمد کی تڑپ
اُن کی الفت میں تیرا آنسو بہانا یاد ہے
شہرۂ آفاق ہے لکّھا ہوا تیرا کلام
خوب اس کا بزم میں پڑھنا پڑھانا یاد ہے
انتظار احمد رضا کا ہے مجھے وقتِ وصال
سرورِ کون و مکاں کا یہ بتانا یاد ہے
لائقِ تحسین ہیں مسلک کے سارے پاسباں
وقتِ مشکل ان کا مسلک کو بچانا یاد ہے
سیدی احمد رضا تیرا رضاؔ تجھ پہ نثار
اس پہ تیرے فیض کا دریا بہانا یاد ہے

☆☆☆

منقبتِ در شانِ سرکار محبیٔ قادری

نتیجۂ فکر: نبیرۂ ولی حضرت تحسین رضا رحمانی پوکھریروی

۞۞۞۞۞

حق تعالیٰ کی عنایت ہیں محبیٰ قادری
قبلۂ حاجاتِ امت ہیں محبیٰ قادری
آفتابِ علم و حکمت ہیں محبیٰ قادری
واقفِ رازِ حقیقت ہیں محبیٰ قادری
آبروئے اہلِ سنت ہیں محبیٰ قادری
قاطعِ کفر و ضلالت ہیں محبیٰ قادری
صاحبِ کشف و کرامت ہیں محبیٰ قادری
چشمۂ رشد و ہدایت ہیں محبیٰ قادری
مرقدِ احمد رضا سے آ رہی ہے یہ صدا
شاہِ طیبہ کی امانت ہیں محبیٰ قادری
آپ نے جو کچھ اثاثے دین کے ہم کو دیئے
آج تک وہ سب سلامت ہیں محبیٰ قادری
بدعقیدے نام سے ہی کانپتے ہیں آج بھی
جانِ کافر پر قیامت ہیں محبیٰ قادری
رحمتِ عالم کی الفت کے سبب فردوس میں
آج محوِ استراحت ہیں محبیٰ قادری
گلشنِ عشقِ نبی کی آبیاری کے لیے
باغِ انوار و رحمت ہیں محبیٰ قادری
دامنِ حضرت محبیٰ تھام لو تحسینؔ تم
دینِ حق کی اک حجت ہیں محبیٰ قادری

☆☆☆

عصرِ حاضر میں سنی کانفرنس کی ضرورت

مدیرِ اعلیٰ کے قلم سے

ملکِ عزیز بھارت کے حالات کیسے ہیں یہ کوئی بتانے کی بات نہیں، ہر کس و ناکس پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی جان و مال، عزت و وقار اور عظیم دولت وسرمایہ ایمان لوٹے جا رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دونوں عالم کے پالنہار رب اور اس کے پیارے حبیب لبیب علیہ الصلاۃ والسلام کی عظمت و ناموس سے بھی کھلواڑ کیا جا رہا ہے۔ اس درندگی، دہشت گردی اور آوارگی پر ملک کا مسلمان آواز بلند کرتا ہے تو سارے معاملے کا ذمے دار اسے ہی ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ آواز بلند کرنا تو دور اگر مظلوم کی عیادت و دادرسی کے لیے بھی کوئی جائے حادثہ پر پہنچ جائے تو اس پر بھی UAPA لگا کر جیل میں قید کر دیا جاتا ہے یا پھر نوٹس بھیج کر پریشان کیا جاتا ہے۔

ابھی کی تازہ ترین مثال تحریک فروغ اسلام کے قومی صدر و بانی خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت قمر غنی عثمانی صاحب اور ان کے تین ہم سفر علما اور دوسری جانب دہلی کے دو وکیل صاحبان ہیں، اول الذکر حضرات مسلمان ہونے کی وجہ سے جیل میں تھے، جب کہ دوسرے لوگ مسلمان کا ساتھ دینے کی وجہ سے باہر سے ہی مقدمہ لڑ رہے تھے۔ اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی صاحبِ اقتدار افراد و اشخاص خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، اور کیوں نہ بنے کہ ظالم و جابر اور فسادی غنڈوں کو ان ہی کی پشت پناہی جو حاصل ہے تو بھلا اپنے ہی کیے پر کون بولتا ہے۔ اگر پشت پناہی نہ ہوتی تو پھر مظلوم و لاچار لوگوں کی دادرسی کرنے والوں کو جیل کی سلاخوں میں نہیں ڈالا جاتا۔

ایسے میں ضرورت ہے کہ ماہِ اگست ۱۹۹۵ء میں جو ہمارے علما و مشائخ نے **"کل ہند سنی کانفرنس"** کیا تھا اس کو پھر سے کیا جائے۔ اِس وقت جو حالات ہیں یہی حالات اس وقت بھی تھے۔ ذیل کی سطروں میں اس کانفرنس کے پس منظر کو پیش کیا جائے گا پھر دورِ حاضر کا پیش منظر رقم ہوگا۔ نیز چند تجاویز و مطالبات بھی ذکر کیے جائیں گے تاکہ قارئین کو احساس ہو سکے کہ اس کی واقعی ضرورت ہے۔

ماہِ اگست ۱۹۹۵ء میں جو کانفرنس ہوا اس کے اشتہار پر جو نمایاں تحریر تھی وہ یہ ہیں:

☆ بیمار قوم کو عشق و ایمان کے سرچشموں کی طرف پلٹنے کی ولولہ انگیز دعوت۔

☆ ہندوستان میں مسلمانوں کے محفوظ مستقبل کے لیے صحیح لائحۂ عمل کی تلاش۔

ان دونوں جملے کو بنظر غائر دیکھا جائے اور پڑھا جائے تو ہر دل اور ہر زبان پکارے گی کہ موجودہ وقت میں دونوں جملے ہمیں دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں کہ اس پیغام کو پھر بلند کیا جائے اور ایسی ولولہ انگیز دعوت اور ایسا صحیح لائحۂ عمل تلاش کر کے پھر قوم و ملت کو عطا کیا جائے۔ کیوں کہ ہم جس دور میں جی رہے ہیں اور اس وقت مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے ہر مسلمان پریشان حال ہے اور سب کے دل کی یہی پکار ہے کوئی تو ہمارے زخم پر مرہم لگائے، کوئی تو ہمارے دردِ نہاں کی دوا کرے، کوئی تو ہماری جان کی قیمت سمجھے، کوئی تو ہمارے ایمان کی قدر کرے، کوئی تو ہمارا سہارا اور ماوا بنے اور کوئی تو ۱۹۹۵ء والا قائد بن کر ابھرے۔ اس وقت نہ تو مسلمانوں میں عشق و عرفان کی جولانی دیکھنے کو ملتی ہے اور نہ ہمت و جرأت ہی نظر آتی ہے۔ اس وقت ملک کا مسلمان بالکل ڈرا ہوا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اس کا کوئی قائد و رہبر نہیں ہے۔ اس کی آواز اور ہمت کو بلند کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کی پشت پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور یہ بات اچھی طرح

جانتا ہے کہ اگر میں بولوں گا تو حکومت ہم کو گرفتار کرلے گی اور ہمارا کوئی سہارا نہیں ہوگا۔

نتیجہ کار یہ ہوگا ہم اور ہمارا گھر بار کوٹ کچہری اور جیل کا چکر لگا لگا کر تھک جائے گا۔ کیوں کہ عصر حاضر میں مسلمانوں کے جو قائد ملت اور قائد اہل سنت کے دعوے دار ہیں ان کا حال یہ ہے کہ وہ ''ایک چُپ سو سُکھ'' کی معجونی گولی کھا کر آرام کی نیند سو رہے ہیں۔ جب کہ ۱۹۹۵ء والے قائدِ ملت کا حال یہ تھا کہ ملک کے کونے کونے میں جا کر مظلوم مسلمانوں کی دادرسی کرتے اور پہلے خود آواز بلند کرتے بعد میں ملت کا ساتھ لیتے۔ لیکن اب پہلے قوم آواز بلند کرے، جیل جائے، بعد میں ہم سوچیں گے۔

تجاویز اور مطالبات جو اس وقت اشتہار میں شائع کیے گئے تھے وہ یہ ہیں:

1: دفعہ ۴۴ اور یونیفارم سول کوڈ سے مسلمانوں کا استثنا اور اس سلسلے میں وزیر اعظم کا اعلان۔

2: بابری مسجد کی دوبارہ تعمیر کا مطالبہ۔

3: بی جے پی کی ریاستوں میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ۔

4: اقلیتی ترقیاتی مالیاتی کارپوریشن کی افادیت کو عملاً مؤثر بنایا جائے۔

5: بابری مسجد کے انہدام کے مجرمین کو سزا دلوانے کے لیے خصوصی عدالتوں کے قیام کا مطالبہ۔

6: غربت اور پسماندگی کی بنیاد پر مسلمانوں کے ریزرویشن کا مطالبہ۔

7: ملک کے طول و عرض میں سنی اوقاف پر سے ناجائز قبضوں کی ناگزری کا مطالبہ۔

8: بنگلہ دیشی کہہ کر ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف سازشوں کی مذمت۔

9: انٹی رائٹ فورس کی تشکیل اور اس میں پچاس فیصد نمائندگی دیے جانے کا مطالبہ۔

10: چرار شریف کشمیر کی مقدس درگاہ اور مسجد کے ساتھ پیش آنے والے حادثات کی تحقیقات، کل ہند سنی کانفرنس کے موقر وفد کو وہاں جانے کی سہولت اور تحفظ کا مطالبہ۔

11: سینٹرل وقف کونسل اور ریاستی سنی مجالس اوقاف میں سنی بریلوی مسلمانوں کو متناسب نمائندگی دیے جانے کا مطالبہ۔

12: پارلیامینٹ کے ذریعہ عبادت گاہوں کے تحفظ کا قانون بن جانے کے بعد کاشی اور متھرا میں فرقہ پرستوں کی غیر قانونی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ۔

13: اقلیتوں کے تحفظ اور فلاح و ترقی کے لیے پندرہ نکاتی پروگرام کو، جس کے چیرمین خود وزیر اعظم ہیں، متحرک و فعال بنائیں اور پوری قوت کے ساتھ ملک پر لاگو کریں۔

مذکورہ تجاویز و مطالبات کو بغور پڑھا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت یہ کانفرنس کی گئی اس وقت مسلمانوں کے حالات نہایت درد و کرب والے تھے۔ بابری کو محض تین سال ہوئے تھے شہید کیے اور مسلمانوں نے اس وقت آواز بلند کیا لیکن نام نہاد سیکولر کانگریس پارٹی نے ایک نہ سنی اور ٹالتے ہوئے یہ دن دکھایا کہ ۲۰۱۹ء کے نومبر میں اس کو رام مندر کے لیے ہندوستان کی سب سے بڑی کورٹ نے یہ کہہ کر دے دیا کہ اس سے ہندوؤں کی آستھا جڑی ہوئی ہے۔ جب کہ اسی کورٹ نے یہ بھی مانا کہ سارے ثبوت مسجد کے حق میں ہیں۔ بی۔ جے۔ پی کی ریاستوں میں اس وقت بھی مسلمان چین و سکون کی روٹی نہیں کھا رہا تھا اور اس وقت تو پورا دیس اس کے چنگل میں

پھنسا ہوا ہے تو کیسے چین کی نیند سونے دیا جائے گا۔

اب مسلمانوں کو خود ہی اپنی راہ ہموار کرنی ہوگی ورنہ نام ونشان کے ساتھ ان کا وجود بھی مٹا دیا جائے گا۔ اس طرح سے اگر ہر ایک تجاویز پر تبصرہ کیا جائے تو مضمون طویل ہوجائے گا۔ اکثر مطالبات جو آج سے ۲۶/سال قبل تھے وہ آج بھی موجود ہیں۔

ذرا سوچیں! بابری مسجد کے لیے جد و جہد کرتے کرتے ہمارے قائدین دنیا سے چلے گئے اور اب بابری مسجد بھی ہمارے ساتھ چلی گئی لیکن دور حاضر کے ایک قائد ملت صاحب نے آواز نہ اٹھائی سب کے سب خاموش تماشائی بنے رہے۔ پورے ملک میں سال بھر پہلے ایک ایک دو دو کر کے مسلمانوں کو مارا جارہا تھا یا زیادہ ہوتا تو ایک ایک خاندان پر حملہ ہوتا تھا لیکن اب سال بھر سے صوبہ وار مارا جارہا ہے۔ پہلے آسام کے مسلمانوں کو مارا گیا، ان کے گھروں اور مسجدوں کو جلایا گیا اور اس کے بعد تریپورہ کے مسلمانوں کی عزت وآبرو، جان ومال، گھر اور عبادت خانوں کو مسمار کیا گیا۔ اب پتہ نہیں کس صوبہ کی باری ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو جس جوش وخروش کے ساتھ ۱۹۹۵ء کے قائد ملت اسلامیہ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے ایک کانفرنس میں بلا کر اپنی طاقت کا احساس دلایا، اسی طرح ضرورت ہے کہ اس وقت بھی ایک ہمارا ایسا قائد میدان میں آئے اور پوری امت مسلمہ کو ایک کانفرنس میں بلا کر موجودہ حکومت کو اپنی طاقت وقوت کا احساس دلائے اور چند تجاویز ومطالبات پیش کرے۔ حکومت اگر اس پر کھری اترتی ہے تو ٹھیک ورنہ اپنی قائدانہ صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے، ظلم وجبر کے خلاف حکمت عملی اور سیاسی بصیرت کے ساتھ میدان کارزار میں آجائے۔ یاد رہے! اس ملک میں دھرنا دینا اور آندولن کرنا بے معنی ہے NPR،CAA،NRC والے معاملہ میں ملک کا مسلمان اور دلت طبقہ کے لوگ تقریباً سال بھی ملک کے بڑے بڑے شہروں اور قصبات میں دھرنے دیتے رہیں اور سیکڑوں لوگوں نے اپنی جانیں بھی دی ہیں لیکن نتیجہ صفر رہا ہے۔ ایک سال تک ملک کا کسان دھرنا دیا اور ۷۰۰ جانیں بھی گنوا دی تب جا کر مودی سرکار نے بل واپسی کا اعلان کیا ہے اور وہ بھی اپنی مفاد کے لیے کہ سامنے یوپی الیکشن ہے۔ اہل بصیرت اور سیاست دانوں کا کہنا ہے کہ ہوسکتا ہے الیکشن کے بعد پھر یہ قانون پاس کروالیا جائے اور ان کی سرکار میں کچھ بھی ممکن ہے۔ ''مودی ہے تو ممکن ہے'' کا نعرہ ان کا ہی دیا ہوا ہے یاد رہے۔ اس لیے صرف آندولن مسئلہ کا حل نہیں رہا۔

تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آندولن اور دھرنا سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو رہا تو کیا کیا جائے؟ تو اس پر عرض یہ ہے کہ ملکِ عزیز بھارت میں جتنی خانقاہیں ہیں سب کے سجادہ نشین حضرات ایک باہمی مشاورتی میٹنگ کریں اور موجودہ حالات پر ایک مضبوط قدم اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ اور ایک منظم اور مستحکم طریقے سے ملکی پیمانے پر کل ہندسنی کانفرنس کا انعقاد کریں جس میں پورے ملک کے مسلمانوں کو ایک ساتھ ملک کی راجدھانی دہلی میں بلایا جائے۔ اس کانفرنس میں ملک کے ماہر وکلا کی ٹیم کو بھی مدعو کیا جائے اور جو لوگ بھی ملک میں امن وشانتی اور بھائی چارگی کی فضا قائم کرنا چاہتے ہیں ان کو ساتھ لیا جائے خواہ وہ کسی دھرم سے تعلق رکھتے ہوں اور چند تجاویز ومطالبات حکومت کو سونپا جائے اس شرط کے ساتھ کہ اس کو ہر حال میں نافذ کریں ورنہ ملک کے حالات خراب ہوں گے جس کی ذمہ داری حکومتِ وقت پر ہوگی۔ چند مطالبات یہ ہیں۔

1: ملک کے مختلف جیل میں جو بے قصور مسلم نوجوان قید وبند کی زندگی گزار رہے ہیں ان کو جلد از جلد رہا کیا جائے۔

2: جن پر UAPA لگا ہوا ہے اس کو ہٹایا جائے اور مقدمات خارج کریں۔

3: جن صوبوں میں مسلمانوں کے گھروں اور عبادت خانوں کو جلا کر مسمار کیا گیا ہے وہاں مسلمانوں کو رہنے کا مکان اور عبادت کے لیے مسجد دی جائے، ساتھ ہی مجرموں کو سخت سزا دی جائے۔

4: آسام اور تریپورہ میں جو تحریک وسنگھٹن ملک کی سالمیت کو برباد کررہی تھی ان کے سربراہ سمیت کارکنان کو جلد گرفتار کیا جائے۔

5: ملعون وسیم رضوی، نرسنگھہاں نند سرسوتی اور ان جیسے دہشت گردوں کو گرفتار کیا جائے کہ یہ مسلمانوں کے پیغمبر اور دھارمک کتاب قرآنِ مقدس پر بے جا تبصرہ کر کے ملک کی شانتی بھنگ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

6: گروگرام میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کے لیے جو جگہیں انتظامیہ نے دی تھیں، اس میں کٹوتی ہو رہی ہے اس پر روک لگائے اور مسلمانوں کو نماز کے لیے جگہ فراہم کرے۔

7: ملک میں سرکار ایک ایسا قانون نافذ کرے کہ کسی بھی مذہب کے دھرم گرو اور دھرمک کتاب پر تبصرہ کرنے والے شخص کو پھانسی کی سزا ہوگی۔

یہ چند مطالبات حکومت اور چیف جسٹس آف انڈنا سے کیے جائیں اور ساتھ ہی مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لیے ان کو صحیح سمت کیسے چلنا ہے اور ملک میں امن وسکون کی زندگی کیسے حاصل ہوگی، اس کے لیے لائحہ عمل دیا جائے۔

خدارا! قائد کے لقب سے ملقب ہمارے علماے کرام اپنی خاموشی توڑیں اور ملت اسلامیہ کو بچالیں۔ خدا نے آپ کو طاقت و قوت، دولت وثروت اور عزت ووقار کے ساتھ ساتھ جرأت وہمت کے اعلیٰ معیار سے نوازا ہے، اس کا استعمال کریں۔ اخیر میں مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا اثر انگیز پیغام تحریر کرتا ہوں اس امید کے ساتھ کہ اس وقت بھی مرشد گرامی کی طرح ہم کو کوئی ایسا مربی وقائد ملے گا جو ہم امتِ مسلمہ کو ویسا ہی اثر انگیز اور دردمندانہ پیغام دے گا۔

''یہ معلوم کر کے مجھے بے پایاں خوشی حاصل ہوئی کہ ۲۶ راگست کو دہلی کی سرزمین پر علامہ ارشد القادری کی قیادت میں کل ہند سنی کانفرنس ہونے جارہی ہے۔ جس میں مسلم پرسنل لاء، سنی اوقاف اور درگاہوں کے تحفظ کا سوال اٹھایا جائے گا۔ دہلی کے سنی مسلمانوں یہ اقدام سراہنے کے قابل ہے کہ انھوں نے وقت کے صحیح تقاضوں پر اس کانفرنس کا انعقاد کیا ہے۔ ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے اپنے سارے علما ومشائخ اور سارے احباب اہل سنت سے میں پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ ملک کی راجدھانی میں ہونے والی کانفرنس کی اہمیت کو محسوس کریں اور ٹرینوں، بسوں، کاروں اور پاپیادہ لاکھوں کی تعداد میں شریک ہو کر اس کانفرنس کو کامیاب بنائیں اور ثابت کردیں کہ ہم بھی ملک کی ایک عظیم طاقت ہیں۔ میں اس تاریخی کانفرنس میں خود بھی شریک ہو رہا ہوں اور اپنے دینی بھائیوں کو بھی شریک ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ اور صمیمِ قلب کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ مولائے قدیر اس کا کانفرنس کو اجتماع اور اثر دونوں اعتبار سے کامیاب اور نتیجہ خیز بنائے۔''

آمین بجاہِ حبیبہ المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

فقیر محمد اختر رضا خان ازہری، بریلی شریف

از:-

محمد فیضان رضا علیمی

مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیامِ بصیرت سیتامڑھی

نائب صدر:

جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ سیتامڑھی

۱۶ رربیع الآخر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۲ رنومبر ۲۰۲۱ء

مراسلات:

دعائیہ کلمات

پیرِ طریقت، ارشدِ ملت حضور علامہ ارشد سبحانی صاحب قبلہ مدظلہ

علینا، (پاکستان)

۞۞۞۞۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فقیر کے عزیز گرامی وخلیفۂ مجاز، نازش قوم وملّت، پیکر اخلاص ومحبّت، ماہر علوم وفنون، عامر ملّت، حضرت مولانا الشّاہ عامر حسین مصباحی ارشدی مدظلہ العالی نے "**جماعت رضائے مصطفیٰ ہند**" کے زیر اہتمام شائع ہونے والا مجلّہ مُبارکہ سہ ماہی "**پیامِ بصیرت**" کے یکے بعد دیگرے دو شمارے ارسال فرمائے ہیں، فقیر نے مختلف مقامات سے شرفِ مطالعہ حاصل کیا ہے۔ ماشاء اللہ دونوں شمارے بہت عمدہ ولاجواب اور بے مثال کالمز وعناوین سے مزین شُدہ ہیں جوکہ مُدیر اعلیٰ مُجاہدِ مسلکِ اعلیٰ حضرت فیضانِ ملّت حضرت مولانا محمّد فیضان رضا علیمی قادری مدظلہ العالی، نائب مُدیر عامر ملّت ماہر درسیات حضرت مولانا الشّاہ عامر حسین مصباحی ارشدی مدظلہ العالی، مُعاون مدیر حضرت مولانا محمد شفاء المصطفیٰ مصباحی زید شریفہ ودیگر جُملہ مضامین نگار علمائے ذی وقار کی انتھک مُخلصانہ کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ بالخصوص عزیز مکرم عامر ملّت حضرت مولانا الشّاہ عامر حسین مصباحی ارشدی زید مجدہٗ کی مضمون نگاری کے ساتھ ساتھ تزئین کاری بھی لاجواب اور اپنی مثال آپ ہے وہ فقیر کی زیر سرپرستی شائع ہونے والا انٹرنیشنل مجلّہ "ماہنامہ ارشدیہ" کے ٹائٹل کی تزئین کاری کا حق بھی بڑی لگن ودلچسپی سے ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالی عزّ وجل ہم سبھی کو خلوص ولِلّٰہیت اور استقامت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دین وسُنّیت اور مسلکِ حق اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی توفیقِ ارزانی نصیب فرمائے۔ اور ہم سب کو جادۂ حق پر اِستقامت، خاتمہ بر ایمان، جنّتُ البقیع شریف میں مدفن، بے حساب حتمی مغفرت اور پیارے کریم آقا ﷺ کا جنّتُ الفردوس میں قُربِ خاص عطا فرمائے۔

آمین ثُمّ آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

فقط والسّلام خیر ختام

احقر النّاس، اسفل العباد فقیر عبدُ المصطفیٰ ابُو البرکات

محمّد ارشد سُبحانی غفرلہ النُّورانی

خادم تلوکرانوالہ شریف (فاضل) ضلع بھکر۔ خاک نشین خانقاہ سراجیہ گُندیاں شریف ضلع میانوالی پنجاب پاکستان

☆☆☆

سہ ماہی پیامِ بصیرت وقت کی ضرورت ہے

حضرت مولانا ارشد الرحمٰن قادری، پوکھریروی، حال مقیم آگرہ

۞۞۞۞۞

ماشاءاللہ پیام بصیرت کا شمارہ اپنے ظاہری ومعنوی حسن کے ساتھ نظر نواز ہوا ٹائٹل پیج کافی دیدہ زیب اور نظر میں سما جانے والا ہے، کچھ مضامین پڑھے وقت کی پکار کی رعایت مکمل طور پر نظر آئی اور اصلاح کے حسین مناظر صفحات کے حسن میں اضافہ کرتے نظر آئے، بلا مبالغہ بہت شاندار رسالہ ہے اور وقت کی ضرورت بھی، خدا کرے ہر گھر کی زینت بن جائے، کاش ذہنی تفکرات سے آزاد ہوتا اور الجھنیں دامن گیر نہیں ہوتیں تو کچھ اور اپنے خیالات کے اظہار کی کوشش کرتا، مگر، حالات نے

پریشانیوں کا طوفان کھڑا کردیا ہے، موجودہ تکالیف جس سے اجتماعی طور پر لوگ نبرد آزما ہیں اور کچھ انفرادی پریشانیاں بھی سب کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہلِ بیتِ اطہار کے صدقے میں سب سے نجات عطا فرمائے، آمین بجاہ سیّد المرسلین ﷺ

مجھ حقیر کی جانب سے تمام ذمہ داران و اراکین و معاونین کے ساتھ اصلاحِ امت کے لیے خونِ جگر صرف کرنے والے معزز قلم کار کی خدمات میں مبارک باد پیش کردیں۔

گدائے مفتیٔ اعظم وسرکارِ محدّثِ محمد ارشد الرحمٰن قادری پوکھریروی
آگرہ

☆☆☆

یہ اپنا محبوب رسالہ اپنی انوکھی تاریخ رقم کرے گا

مولانا عبدالمجید محامد رضوی مصباحی، براہی، سرسنڈ، سیتامڑھی

بہت بہت شکریہ، عنایت، کرم، نوازش۔ الطاف کریمانہ پرسراپا سپاس ہوں۔

اللہ پاک جملہ رفقائے ادارہ کو سلامت رکھے۔ علم وعمل وعمر وفضل میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور رسالہ ہذا کو دن گیارہوں اور رات بارہویں ترقیاں نصیب کرے۔ آمین۔

ایک جگہ ہیڈنگ میں ترجمۂ کنز الایمان شریف کو تفسیر کہا گیا ہے۔ شاید یہ کمپوزنگ مستیک ہے۔ بہرحال! مجموعی اعتبار سے رسالہ خوب سے خوب تر ہے۔ شرکاء حضرات کے اسما ہی اس کی کامیابی کے لیے کافی ہے۔ ابھی تو یہ ابتدائی مرحلے میں ہے، اس کے باوجود عمدہ اور دیدہ زیب ٹائٹل، مضامین کے حسن انتخاب میں دوراندیشی، نوجوان علما کی علم دوستی اور متحرک وفعال ٹیم یقیناً یہ ساری چیزیں اس بات کا پیش خیمہ ہیں کہ آگے چل کر یہ اپنا محبوب رسالہ اپنی انوکھی تاریخ رقم کرے گا۔ ہم اہالیان سیتامڑھی۔ کے لیے انتہائی فخر کی بات ہے کہ یہاں سے اس کا اجرا ہوا ہے، جس کا دوسرا شمارہ ہماری آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخش رہا ہے۔

ان شاءاللہ!!! ؎

جو ابر یہاں سے اٹھا ہے وہ سارے جہاں پر برسا ہے۔
اور! جو ابر یہاں سے اٹھے گا وہ سارے جہاں پر برسے گا۔

ہم تمام اہل سنن کی دینی واخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے اس محبوب ومؤقر رسالہ کی طرف دست تعاون دراز کریں اور دامے درمے قلمے سخنے اس کی امداد وتعاون فرما کر اسے تقویت پہنچائیں اور عنداللہ ماجور اور عندالناس ممنون ہوں۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزا واحسن الجزا والسلام۔

فقیر محمد عبدالمجید محامد رضوی مصباحی، براہی۔ سرسنڈ ضلع سیتامڑھی۔

☆☆☆

اسلاف واکابر کا ترجمان ہے پیام بصیرت

محمد ارشد رضا قمر اخلاقی امجدی

محب محترم مولانا فیضان رضا کی کم مدتی تحریری سرگرمی سے پورے ضلع سیتامڑھی میں ایک اچھا ماحول پیدا ہوگیا ہے، ضلع ہر قصبہ اور گاؤں علم وادب سے مملو ہے، لیکن ایک رسالہ کا اجرا عمل لانا واقعی مولانا فیضان کی بڑی محنت ومشقت کا اثر ہے اور یہ رسالہ اسلاف واکابر کے افکار ونظریات کا ترجمان ہے، ہم نے قلت وقت کے باوجود رسالہ کے مشمولات کو پڑھا واقعی معیاری اور مفید ثابت ہوا، مولانا ابھی نوجوان ہیں۔ ان سے کافی امیدیں وابستہ ہیں اور امید واثق ہے کہ مسلکی اور مذہبی اعتبار سے مولانا بڑا کارنامہ انجام دیں گے، والد بزرگوار شیخ

طریقت طبیب ملت استاد العلما و الحفاظ حضرت حافظ وقاری مولانا الشاہ اخلاق احمد نوری یوسفی تیغی علیہ الرحمہ بانی دارالعلوم ملت اسلامیہ تیغیہ سمرا مظفرپور کے فیوض و برکات سے مولانا فیضان اور ان کی پوری ٹیم کو بہرور فرمائے مزید خانقاہ قادریہ اخلاقیہ کھرساہا شریف کی طرف سے جو مدد جس طرح بھی ممکن ہوگی ان شاءاللہ کی جائے گی، رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کومسلکِ اعلیٰ حضرت کا سچا پکا نقیب وترجمان بنائے۔

محمد ارشد رضا قمر اخلاقی امجدی

خانقاہِ قادریہ اخلاقیہ کھرساہا شریف، سیتامڑھی

☆☆☆

تبصرہ بر سہ ماہی پیامِ بصیرت شمارہ دوم

مولانا انصار احمد مصباحی، بنگال

۞۞۞۞۞

مکرمی ......! سلام اخلاص ومحبت قبول فرمائیں!

پہلے شمارے سے ہی، آپ ارباب فکرودانش کی محفل میں شامل ہونا چاہتا تھا؛ لیکن ؎

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا

آج جب کہ دوسالوں سے پورا ملک لاک ڈاون اور معاشی کساد بازاری کا شکار رہا، سارے شعبہ ہاے حیات میں مندی کا کالا سایہ پڑا ہے، ملک دشمن عناصر، اندرونی اور بیرونی سرمایوں پر شب خون مارنے پر سرگرم عمل ہیں؛ بھارت کی اردو اسلامی صحافت کو عروج حاصل رہا، یہ ایک خوش گوارا احساس ہے۔ سہ ماہی "پیام بصیرت ۲" کے تعلق سے میرا اجمالی تاثر تو یہ ہے کہ یہ ایک معیاری، علمی اور ادبی اور لکھنے پڑھنے کے شوقین حضرات کے ذوق وطلب کے موافق مجلہ ہے۔ جب بھی نئے رسالے کی آمد ہو، مساجد کے ائمہ حضرات، ممبر رسول ﷺ سے کم از ایک ایک بار سہ ماہی کے تعلق سے ضرور بتائیں! اس میں ائمہ کو تین فائدے حاصل ہوں گے: منتظمین اور مقتدیوں کے سامنے علمی قد بڑھے گا۔ جدید عنوانات پر مشتمل اسلامی لٹریچر کے مطالعے کا سلسلہ بندھا رہے گا۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں حصہ داری ہوگی اور تبلیغ دین متین کا فریضہ ادا ہوگا۔

مقررین اگر اپنے اپنے اسٹیج سے کم از کم صرف دو تین جلسوں میں نئے رسالے کے تعلق سے اعلان فرما دیں، انھیں بھی تین بڑے اہم فائدے حاصل ہوں گے: محفل میں شریک علمائے کرام کے درمیان علمی شان پیدا ہوگی۔ خطاب کے لئے تازہ عناوین سے شناسائی ہوجائے گی۔ اور سامعین کو کچھ نیا اور تازہ مواد فراہم ہوجائے گا۔ جلسوں اور کانفرنسوں سے ملت کے کئی کام ہوسکتے ہیں، شرط ہے کہ سہی سمت میں پیش قدمی کی جائے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے دس نعروں سے، عوام تک مسلک اعلیٰ حضرت کا ایک پیغام پہچانا، دس گنا بہتر ہے۔ میں اپنا تاثر قلم بند کرنے لگا تھا؛ لیکن "سہ ماہی پیام بصیرت" کی جاذبیت نے شاید میرے تاثر کو تبصرہ بنا دیا ہے۔

رسالے کی پہلی خوبی تو یہ ہے کہ اس کی ادارت ایک ایسے عالم دین کے مضبوط ہاتھوں میں ہے، جو بہترین علمی وصحافتی خوبیوں سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ جواں سال، مخلص، تعلیمات مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے وارث اور اصول پسند شخص ہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ رسالہ اعلی حضرت شاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ بھارت کی سب سے قدیم دینی تحریک "جماعت رضائے مصطفیٰ ﷺ" کی سیتامڑھی شاخ کے بینر تلے جاری ہوا ہے۔ مجلہ کی ایک اور خوبی جو مجھے متاثر کررہی ہے، وہ منظم ادارتی ٹیم کی سرگرمی ہے۔ سارے حضرات مذکورہ اوصاف سے مزین اور علمی وفنی کمالات کے مالک ہیں۔

مناسبت سے سیرت رسول ﷺ اور متعلقات پر کل نو مضامین شامل کیے گئے ہیں، جو مختلف عناوین سیرت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بہت دلچسپ اور مفید ہیں۔ اداریہ بھی سیرت طیبہ پر

اچھا لکھا گیا ہے۔ سیرت رسول ﷺ اور اس کے متعلقات سے قوم کو روشناس کرانا، موجودہ حالات کا جبری تقاضا ہے۔ اکیسویں صدی کے دوسرے دہے اور اور تیسرے عشرے کی ابتدا میں جاری ہونے والے رسائل و جرائد میں سیرت کے مختلف گوشوں پر کثرت سے مضامین شایع ہونے چاہیے۔ مجلہ چوں کہ سہ ماہی ہے تو اگر اس میں تواریخ کی مناسبت سے سرکار غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، امام اکبر شیخ ابن عربی (رضی اللہ عنھم) میں سے چند پر اور اولیاء کی شان و کرامات پر بھی تحریریں شامل ہو جاتیں تو بہتر تھا۔ اگلا شمارہ شاید دو ہزار اکیس اور بائیس کا سنگم ہو، اس میں حضرت امام جعفر صادق، عطاے رسول ﷺ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی، حضرت امام شافعی، سید سالار مسعود غازی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، علامہ عبد العلیم آسی غازی پوری، حجۃ الاسلام بریلوی، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں، ملک العلماء ظفر الدین بہاری، حافظ ملت رضی اللہ تعالی عنھم جیسے بزرگان دین میں سے چند حضرات کی پاکیزہ حیات کے گوشوں پر تحریریں لکھی یا لکھوائی جائیں تو مجلّے کا معیار اور بلند ہوگا۔

آپ چاہیں تو بہتر اور حالات کی عکاس سنجیدہ مضامین کے لئے ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب قبلہ، علامہ خالد ایوب مصباحی، مولانا غلام مصطفی نعیمی صاحب، علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب، محترم غلام مصطفی رضوی صاحب (نوری مشن، مالیگاوں)، حضرت مفتی سلیم بریلوی جیسے مخلص قلم کاروں سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس مصروف ترین دور میں، غیر مطبوع اچھی تحریریں حاصل کرنا، لوہے کے چنے چبانے جیسا ہے، لیکن آپ کی محنتی ٹیم سے یہ ناممکن نہیں ہے۔ مجلہ میں **"درس حدیث"** کا ایک کالم بہت ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی احادیث کا مجموعہ **"جامع الاحادیث"** کا انتخاب بہتر ہوگا۔

نئے شمارے سے انٹرویو کا سلسلہ بھی شروع کریں! سوشل میڈیا کے دور میں چیٹ کے ذریعے انٹرویو بہت آسان ہو گیا ہے۔

تین ماہ میں ایک شخصیت کا انتخاب اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جہاں، جن سے، جیسے ممکن ہو سکے، مارہرہ مطہرہ، بریلی شریف، کچھوچھہ مقدسہ، بلگرام شریف، کالپی شریف جیسی خانقاہوں کی شخصیات کے تاثرات لے لیا کریں! ماہنامہ **"پیغام شریعت"** کے مدیر، حضرت مولانا طارق رضا مصباحی صاحب کا مضمون "عہد ماضی اور عہد حاضر کے روافض کا حکم" رسالے میں گل سرسبد کی حیثیت رکھتا ہے۔ عرس کی مناسبت سے، والد حضور تاج الشریعہ، مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ پر، **"حضور مفسر اعظم ہند، ہمہ گیر شخصیت"** جناب چیف ایڈیٹر کا عمدہ انتخاب ہے۔ مجھے بہت دنوں سے حضرت علیہ الرحمہ کے تعلق سے کچھ پڑھنے کا شوق تھا۔ سہ ماہی پیام بصیرت کے توسط سے تشنگی دور ہوئی۔ نائب مدیر جناب مولانا عامر حسین مصباحی کا **"ارض فلسطین اور بیت المقدس کا تاریخی پس منظر"** پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور بھی گران قدر مضامین ہیں۔ "سیرت رسول اکرم ﷺ کا نمایاں پہلو" مولانا غلام زرقانی مرکزی صاحب کا ایک عمدہ معلوماتی مضمون ہے۔ سرخی "سیرت رسول ﷺ کے چند نمایاں پہلو" یا "اسوہ رسول ﷺ کے چند تابندہ گوشے" ہونا چاہیے تھا۔ حدیث پاک "اللھم اغفر لقومی............" کے حوالے میں بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳ لکھا گیا ہے۔ شاید کچھ چھوٹ گیا ہے۔ مذکورہ کتاب کی حدیث نمبر 3477 ہے۔ بخاری میں تیسرے نمبر پر مشہور حدیث "اقرأ" درج ہے۔ ضمائر کے استعمال میں ایک دو جگہ واحد جمع میں تبدیلی ہوگئی ہے۔ حضرت اگر برا نہ مانیں تو اصل مستفاد کتاب کا ہی حوالہ دیں! اس سے قارئین اور ہم جیسے ناکاروں کو استفادہ اور حوالہ تلاش کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ مولانا علقمہ اشرف علیمی صاحب نے حضور رحمت عالم ﷺ کی سیرت کے سیاسی پہلو پر عمدہ تحریر پیش کی ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

حضرت محمد ابن عبد اللہ ﷺ دنیا کے سب سے بڑے مدبر، حاکم، آقا اور قائد کا نام ہے۔ موجودہ دنیا کی صاف ستھری سیاست کی بنیاد 1400 سال پہلے آپ ہی نے رکھی تھی، آپ نے

باضابطہ ایک ایک گوشوں پر اصول فراہم کیے ہیں۔اس سلسلے میں بہتر مواد کے لئے عظیم سیرت نگار، محقق اور محسن اسلام حضرت ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی کتابیں، مولانا شمس بریلوی صاحب کی "نظام مصطفیٰ" اور امام نبہانی علیہ الرحمہ کی "جواہر البحار" وغیرہ دیکھنی چاہیے۔صفحہ نمبر ۸۰/ پر مولانا نازش مدنی مرادآبادی کا اصلاحی مضمون پسند آیا۔سرخی، "آج کا کام کل پر نہ چھوڑیں" معیوب نظر آتا ہے۔نفس جملہ میں کوئی خرابی نہیں ہے۔اصل میں کسی بھی مضمون یا مقالے کی سرخی کے لئے مشہور شعر کا مصرع یا ٹکڑا، مشہور جملہ یا کوئی ضرب المثل کا استعمال، تحریر کے حسن میں چار چاند لگا دیتا ہے۔مذکورہ کہاوت "آج کا کام، کل پر نہ ٹال" ہے۔کہاوت کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ کسی بھی حالت میں تبدیل نہیں ہوسکتی، جیسے، کہاوت "نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی" کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ "پانچ سو چوہے کھا کے بلی عمرہ کو چلی"۔مضمون نگار نے تمہید میں جان بوجھ کر چند مشکل الفاظ استعمال کیے ہیں۔ادب سے عرض ہے کہ قارئین تک آپ اپنے مفہوم کو پہنچانا چاہتے ہیں، الفاظ نہیں۔کبیر داس کا شعر آپ نے اس طرح لکھا ہے: ؎

کال کرے سو آج کر آج کرے سو اب
پل میں پرلہ ہو جائے گی بہر کرے گا کب

ایک مستند کتاب کے حوالے سے میری ڈائری میں، یہ شعر اس طرح درج ہے: ؎

کل کرے سو آج کر آج کرے سو اب
پل میں پرے ہووے گی بھوری کرو گے کب

مولانا شاہ نواز برکاتی صاحب کا "کنز الایمان ایک مختصر اور جامع تفسیر" کے عنوان سے رضویات پر عمدہ مضمون ہے۔میرے خیال سے کنز الایمان شریف کو ایک شاہ کار ترجمہ قرآن ہی رکھا جائے، اسے تفسیر ثابت کرنے میں "عقیدت میں لکھی گئی تحریر" کے الزام کو راہ مل جاتے ہیں۔حضرت مولانا شفاء المصطفیٰ شفا مصباحی صاحب کی تحریر "امام احمد رضا خان: بحیثیت سائنس داں" نے اگلی قسط کے انتظار پر مجبور کر دیا۔ مدیر محترم سے گزارش ہے کہ، معارف کے "شذرات" کی طرز پر، شمارے کے ابتدائی صفحے میں "**قارئین سے چند باتیں**" عنوان سے ایک نوٹ لکھ لیا کریں، جس میں آنے والے مخصوص ایام اور اعراس کی مبارک بادیاں ہوں، تعلیمی اداروں کے کھلنے بند ہونے یا امتحانات کے مواقع ہوں تو طلبہ کو مختصر الفاظ میں نصیحت ہو، نیز رسالے کی ترویج و اشاعت اور اس کے فروغ کی درخواستیں بھی شامل کی جاسکتی ہیں۔واضح رہے کہ یہ نوٹ کبھی بھی ایک صفحہ سے زیادہ نہ ہو۔کوشش کرکے آپ اپنی باتیں بلا تمہید کہا کریں! کسی رسالے کا مدیر، اس کا روح رواں ہوتا ہے۔کسی کو آپ کی تحریر سے اکتاہٹ یا بوجھ محسوس نہیں ہونی چاہیے۔الحمد للہ، آپ کے اندر قدرت خداوندی نے صحافت کی ساری خوبیاں عطا کی ہے۔رسالے کا اپنا فیس بک پیج، ٹیلی گرام گروپ اور ٹویٹر ہینڈل بھی ہونا چاہیے اور اس کی شایان شان تشہیر بھی ہونی چاہیے۔عام روش سے ہٹ کر صفحات کی تعداد بڑھائی گئی ہے۔کل صفحات ۸۶/ رہیں۔ڈیجیٹل ایڈیشن ہے تو وسعت دے کر ۱۰۰/ بھی کیا جا سکتا ہے۔مجلہ دیدہ زیب ہے، کتابت کی غلطیاں کم ہیں، ترتیب و تزئین لاجواب ہیں۔ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، مفتی یحییٰ رضا مصباحی، پروفیسر گوہر صدیقی، مفتی صابر رضا محب القادری اور مولانا آصف جمیل امجدی صاحبان کے حوصلہ افزا مکتوبات، ادارے اور قارئین کے لئے مفید مشوروں پر مشتمل ہیں۔ اس شان دار اشاعت پر جماعت رضائے مصطفیٰ، سیتامڑھی کے اراکین اور سہ ماہی پیام بصیرت کی ادارتی ٹیم، پوری جماعت اہلِ سنت کی جانب سے شکریے کے مستحق ہیں۔

از:
انصار احمد مصباحی، جماعت رضائے مصطفیٰ، اتر دیناج پور، مغربی بنگال۔
9860664476
aarmimisbahi@gmail.com

☆☆☆

پیامِ بصیرت کے جملہ مضامین علمی و تحقیقی مواد سے پُر

ازقلم: مولانا زبیر قادری

۞۞۞۞۞

ایک زمانہ تھا کہ دینی مذہبی رسالہ جاری کرنا اور اس کی اشاعت برقرار رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ کسی طرح رسالہ جاری بھی کر دیئے تو ممبر سازی کر کے مستقل جاری رکھنا بہت مشکل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر علما کرام کے جاری کردہ رسائل بھی زیادہ عرصہ نہیں چل سکے اور دم توڑ دیئے۔ مذہبی رسالوں سے کوئی مالی منفعت تو ہوتی نہیں، اس لیے یہ سراسر خسارے کا سودا ہے۔ بس جس کے سر میں دین کی ترویج و اشاعت کا جنون سوار ہو، وہی یہ کام تن دہی سے کر سکتا ہے۔ لیکن سوشل میڈیا کے موجودہ دور میں رسالے جاری کرنا اور اس کی اشاعت برقرار نہایت آسان کام بن گیا ہے۔ مضامین کی فراہمی بھی بہت آسان ہوگئی ہے۔ اکثر مضامین کمپوز شدہ ملتے تو کمپوزنگ کے خرچ کی بھی بچت ہوجاتی ہے۔ یہاں تک کہ رسالہ پی ڈی ایف صورت میں سوشل میڈیا پر عام کرنے سے اس کی طباعت کے اخراجات بھی کچھ نہیں لگتے اور سوشل میڈیا پر قارئین کی تعداد بھی لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ یعنی رسالہ لاکھوں لوگوں تک پہنچتا ہے۔

کسی بھی رسالے کی اصل چیز ہوتی ہے اس کا مواد، جو کہ رسالے کی زندگی برقرار رکھتا ہے۔ ورنہ رطب و یابس پڑھنا کون پسند کرتا ہے۔ لیکن سہ ماہی پیامِ بصیرت کا جستہ جستہ مطالعہ کیا، ماشا اللہ

مدیر اعلیٰ کی صلاحیتوں کا معترف ہوگیا۔ مدیر اعلیٰ نے رسالے میں بہترین علمی، ادبی و تحقیقی مضامین جمع کر کے قارئین کے مشام جان کو معطر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ جس میں وہ کامیاب رہے ہیں۔

الحمدللہ! اداریہ سے لے کر آخری صفحہ تک تمام ہی مضامین پر مغز علمی تحقیقی مواد سے پر ہیں، جو کہ حالات حاضرہ کے مطابق ہے۔ مدیر محترم نے موجودہ شمارے میں ولادت محمدی ﷺ سے متعلق خصوصی گوشہ رکھا ہے، جس میں تمام ہی مضامین مدلل اور سیرت کے گوشوں کو اجاگر کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ مولیٰ کریم اس رسالے کو تادیر جاری و ساری رکھے اور اس کے ذریعے خوب دین و سنیت کا کام لے۔ آمین

محمد زبیر قادری

سابق مدیر اعلیٰ افکارِ رضا، بمبئی

فتنوں کا سدِباب

عقائد کے ساتھ تہذیب وثقافت کا تحفظ بھی ضروری ہے

مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی [مدیرِ اعلیٰ: سوادِ اعظم دہلی]

۞۞۞۞۞

عقیدہ وتہذیب کسی بھی قوم کے لیے ''بنیاد'' اور ''رنگ وروغن'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔انسان جس دین کو مانتا ہے اس کے عقائد مثل بنیاد، ہوتے ہیں۔جس پر ایمان کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔جبکہ تہذیب وثقافت، عمارت کے ''رنگ وروغن'' کی مانند ہے جس سے عمارت کے حسن وجمال میں اضافہ ہوتا ہے۔

تہذیب وثقافت ہی قوموں کی شناخت اور پہلا تعارف قرار پاتی ہے۔نظریاتی دشمن ہمیشہ قوموں کے عقائد پر حملہ کرتے ہیں مگر خاطر خواہ نتائج نہ ملنے پر اپنی چال بدلتے ہیں اور عقیدے پر راست حملے سے گریز کرتے ہوئے دشمن کی ثقافت وتہذیب پر نشانہ لگاتے ہیں۔بھلے ہی عقیدہ وثقافت دو مختلف چیزیں ہیں لیکن عقائد وثقافت کے مابین ایک خصوصی ربط ہوتا ہے۔اس لیے جب شاطر حریف اپنے دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو عقائد ونظریات کے ساتھ اس قوم کے ثقافتی اور تہذیبی امور کو بھی نشانہ بناتے ہیں۔عقائد کے مقابلے تہذیب پر حملے میں یہ آسانی ہوتی ہے کہ فریق مخالف اتنی شدت سے دفاع نہیں کرتا جتنا عقیدے پر حملے کے وقت کرتا ہے۔ثقافتی رسم کے قدیم ہوجانے، یا بعض افراد کی لاپرواہی کے سبب کچھ نقائص در آتے ہیں بس انہیں کمزور پہلوؤں کو نشانے پر رکھ کر حریف اپنی چال چلتا ہے اور ''اصلاح تہذیب'' کی آڑ میں ''عقیدے پر شب خون'' کی سازش رچتے ہیں جس کے پس پشت اس قوم پر اپنے عقائد ونظریات مسلط کرنا مقصود ہوتا ہے۔

برصغیر میں انگریزوں کی آمد تک مسلمانوں کے علاوہ شیعہ فرقہ ہی موجود تھا۔باقی سارے مسلمانوں کے عقائد اور تہذیب وہی تھی جس پر آج خوش عقیدہ سنی (بریلوی) مسلمان عمل پیرا ہیں، مشہور غیر مقلد عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری (1868-1948ء) نے لکھا ہے:

''امرت سَر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سِکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔اَسّی (80) سال پہلے تقریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل حنفی بریلوی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔'' (شمع توحید:ص63)

مولوی ثناء اللہ کے اس اقتباس سے دو باتیں بطور خاص معلوم ہوتی ہیں:

۱: انیسویں صدی کے نصف اول (تقریباً 1850ء) تک بھی مسلمانان ہند کسی بڑی تقسیم کا شکار نہیں ہوئے تھے۔

۲: تقسیم امت سے پہلے مسلمان جن عقائد اور ثقافت پر قائم تھے ان عقائد ومعمولات کے امین ووارث آج وہی مسلمان ہیں جنہیں ''سنی بریلوی'' کہا جاتا ہے۔

گذشتہ ڈیڑھ سو سالوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سامراج نے اپنا اقتدار مضبوط کرنے اور

مسلمانوں کے عقائد وتہذیب مٹانے کے لیے کئی جہتوں سے کام کیا۔

1:- حکومتی مشنری کا استعمال۔

2:- مرزا قادیانی کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت پر یلغار۔

3:- مغرب پرست مسٹروں کے ذریعے الحاد کی اشاعت

4:- زرخرید علما کے ذریعے مسلم ثقافت پر وار، اسی کی آڑ میں عقیدے پر شب خون۔

پہلے تین منصوبوں میں جزوی کامیابی تو ملی لیکن انگریزوں کی کھلی دشمنی، عقائد پر مسلمانوں کی پختہ وابستگی اور علمائے ربانیین کی بروقت پکڑ نے ان فتنوں کو پھلنے پھولنے نہیں دیا۔لیکن جو گروہ مسلمانوں کے لباس اور مصلح کے روپ میں ثقافت اسلامیہ پر حملہ آور ہوا اس نے مسلمانان ہند کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ امتداد زمانہ کے باعث ثقافتی امور میں کچھ خرابیاں آچکی تھیں۔ اصلاح کے نام پر ''انگریزی ہرکاروں'' نے مسلمانوں میں فتنہ وفساد اور تقسیم در تقسیم کا بیج بو دیا۔ بات اگر 'اصلاحات' کی ہوتی تو تشویش نہ تھی، اس کے پسِ پشت عقائد پر شب خون مارنا تھا، مسلمانوں کے نسبتاً ہلکے اور کمزور ردعمل سے شہ پا کر یہ گروہ عقائد اسلامیہ پر حملہ آور ہو گیے۔ مسلمانان ہند کی ثقافت اور اس پر جارحانہ یلغار سمجھنے کے لیے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہ مثال ملاحظہ فرمائیں کہ کس بے شرمی کے ساتھ مسلمانوں کی تہذیبی روایات پر بدبختانہ فتوے لگا کر افتراق کا بیج بویا گیا۔ میلاد النبی ﷺ کا انعقاد اہل اسلام کی ثقافت کا اہم حصہ ہے، مسلمانان ہند بھی صدیوں سے میلاد النبی ﷺ کے محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ مسلمانان ہند کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی دہلوی رقم طراز ہیں:

''اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے تیرے دربار میں پیش کرنے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال میں فساد نیت موجود رہتی ہے۔ البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت عاجزی وانکساری، محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔

(اخبار الاخیار:605)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے: میلاد النبی کا انعقاد مسلمانوں کی تہذیب کا بنیادی حصہ تھا۔ وہ اپنے اس معمول (میلاد النبی) کو ''شاندار'' سمجھتے تھے۔ کھڑے ہو کر سلام پڑھنا محض عوام نہیں بلکہ محقق علی الاطلاق جیسے جید عالم دین کا بھی معمول تھا۔ مسلم ثقافت کے اس بہترین عمل پر بدبختی سے بھرے یہ فتوے جڑے گئے

''انعقاد مجلس مولود ہر حال میں ناجائز ہے''

''مجلسِ مولود مروجہ بدعت ہے''

''قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے''

''فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے''

''معہذ امشبہ بفعل ہنود ہے''

بدبختی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ محافل میلاد النبی منعقد کرنے اور شرکت کرنے والوں کو 'فاسق' قرار دیا گیا۔ خانوادہ شاہ ولی اللہ ہند کا وہ دبستان علم ہے جہاں سے علم حدیث کی خوشبوئیں پھوٹیں۔ اس گھرانے کی علمی عظمت ہی ہے کہ آج ہر مکتب فکر اپنا علمی انتساب اسی خانوادے سے کرتا ہے۔ لیکن

اتنے جید علمی خاندان میں رائج تہذیب پر ناجائز وحرام اور فسق وفجور کے بدبختانہ فتوے جڑے گیے۔**ظاہری آنکھ سے دیکھنے والے اسے محض فرعی اختلاف سمجھ کر نظر انداز کرتے رہے لیکن ''نورِ فراست'' سے دیکھنے والے علمائے ربانیین نے خوب سمجھ لیا کہ ثقافت مسلم پر حملے کے پیچھے عقیدے پر شب خون کی تیاری ہے اس لیے اس عہد کے علمانے آنکھ سے کاجل چرانے والے چوروں کے عزائم پر مضبوط بند باندھا اور ان کے حقیقی چہرے بے نقاب کیے۔**زیادہ وقت نہیں گزرا کہ زمانے نے دیکھ لیا کہ جو لوگ اصلاحات، کے نام پر اودھم مچا رہے تھے کچھ وقت بعد وہ'' انگریزی دستے'' عقائد پر حملہ کرنے لگے، اور دیکھتے ہی دیکھتے علم غیب مصطفیٰ، امکان کذب باری تعالیٰ اور عقیدہ شفاعت پر حملوں کی بوچھار ہوگئی۔علمائے ربانیین نے بروقت ان فتنوں کو نہ پہچانا ہوتا تو آج ملت اسلامیہ کی اکثریت ان فتنوں میں مبتلا ہوتی۔ان علمائے ربانیین کا احسان عظیم ہے کہ آج ملت اسلامیہ کا اکثریتی طبقہ انہیں عقائد پر کاربند ہے جو انہیں اسلاف سے ورثے میں ملے ہیں۔

آج بعض شپرہ چشم محققین یہ کہتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے علمانے میلاد وفاتحہ اور عرس ونیاز پر ہی زیادہ توجہ رکھی لیکن وہ ایسا کہہ کر معاملے کے دوسرے اور اصل پہلو سے اپنی آنکھیں موند لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی مغالطہ دیتے ہیں۔اہل خرد خوب جانتے ہیں کہ فتنے کو ابتدا میں روکنا آسان ہوتا ہے ذرا سی ڈھیل مل جائے تو قابو کرنا بہت مشکک ہوجاتا ہے۔امام بخاری التاریخ الکبیر میں امام حسن بصری کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:''الفتنة إذا أقبلت عرفها كل عالم، وإذا أدبرت عرفها كل جاهل''فتنہ جب اٹھتا ہے(یعنی جب کسی فتنے کی شروعات ہوتی ہے) تو ہر عالم اسے پہچان لیتا ہے۔اور جب فتنہ چلا جاتا ہے تب جاہل اسے پہچانتا ہے۔

امام حسن بصری کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں اٹھنے والے فتنوں کی صحیح سمجھ ''علمائے دین یعنی دین کی صحیح سمجھ رکھنے والوں'' ہی کو ہوتی ہے۔وہ فتنوں کے سر اٹھاتے ہی انھیں پہچان لیتے ہیں اور امت کو باخبر کردیتے ہیں۔جب کہ'' جاہل اور انجان لوگ'' ان فتنوں کی حقیقت نہیں سمجھ پاتے۔اور جب اٹھنے والے فتنے اپنا کام کر جاتے ہیں تب انھیں ان فتنوں کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔عہد ماضی کے علمائے ربانیین کی دینی بصیرت اور مضبوط پیش بندی ہی تھی کہ بدعقیدہ جماعتیں اور ان کے سربراہان تک اپنی اصل شناخت اور پہچان چھپاتے پھرتے تھے۔اعتقادی فتنوں کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے جس اجتماعی شعور کی ضرورت ہوتی ہے اگر وقت گزرنے کے ساتھ ہم میں اس کا فقدان نہ ہوا ہوتا اور اکابرین کی پیروی میں ہم نے اپنی تہذیب تسنن کا مقدمہ صحیح طریقے سے آگے بھی جاری رکھا ہوتا تو آج برصغیر کے اعتقادی فتنے بھی اسی طرح اپنی موت مر چکے ہوتے جس طرح صدیوں قبل درجنوں بدمذہب فرقے مر چکے ہیں۔

☆☆☆☆☆

فتنوں کا سدِ باب **قسطِ اول**

تبلیغی جماعت سے پرہیز کیوں؟

از: علامہ مفتی راحت احسان برکاتی

[صدر المدرسین: جامعہ ضیائیہ فیض الرضا ددری]

❁❁❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

محبت رسول ہی مدارِ ایمان ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (مشکوٰۃ شریف، ص:۱۲)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک عقلی اور ایک طبعی۔ انسان کو ماں باپ اور اولاد سے طبعی محبت ہوتی ہے یہاں طبعی ہی مراد ہے کہ حضور ﷺ سے سب سے زیادہ محبت طبعی ہو صرف عقلی محبت کافی نہیں اور الحمدللہ! ہر سنی مسلمان کے دل میں ماں باپ اولاد خویش واقارب سے زیادہ حضور ﷺ کی محبت ہے۔

ایمان بالرسول:- جب تک کوئی شخص حضور ﷺ کو نہ مانے وہ صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا۔ یہ بات ہر فرد جانتا ہے مگر اس کی جانکاری ضروری ہے کہ ماننے کا مطلب کیا ہے؟ اس تعلق سے قرآن مجید اور حدیث شریف میں جو ذکر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) حضور ﷺ کو اللہ کا آخری نبی ماننا ہے لہٰذا جو اور نبی ہونے جائز مانے وہ حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا منکر ہے اور کفری عقیدہ والا ہے اس کا قائل یا اس کی تصدیق کرنے والا اسلام سے خارج ہے جیسا کہ تبلیغی جماعت والوں کے پیشوا دارالعلوم دیوبند کے بانی کی حیثیت سے مشہور دیوبندی عالم مولوی قاسم نانوتوی نے ''تحذیر الناس'' نامی کتاب میں لکھا ہے: بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ اور نبی پیدا ہو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ جب کہ قرآن مجید پارہ: ۲۲/ رکوع ۲/ میں ہے۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا﴾

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اور مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲/ میں ہے۔

ختم بی النبیون

مجھ پر انبیائے کرام کا اختتام ہوا یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(۲) اسی طرح حضور ﷺ کو ماننے کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کو خلقِ خدا پر حاکم مانا جائے یعنی یہ کہ اللہ رب العزت جن تمام چیزوں کا خالق ہے بعطائے الٰہی حضور ﷺ ان تمام

چیزوں کے حاکم اور مالک ہیں اور قرآن مجید نے صاف اور واضح فرمایا کہ جب تک نبی کریم ﷺ کو حاکم نہیں مانتے مومن نہیں ہو سکتے۔

قرآن مجید، پارہ: ۵ / رکوع ۶ / میں ہے۔

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

ترجمہ: تو اے محبوب آپ کے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

شان نزول: پہاڑ سے آنے والا پانی جس سے باغوں میں آب رسانی کرتے ہیں اس میں ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہوا معاملہ سید عالم ﷺ کے حضور پیش کیا گیا حضور نے فرمایا: اے زبیر! تم اپنے باغوں کو پانی دے کر پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔ یہ انصاری کو گراں گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجودیکہ فیصلہ میں حضرت زبیر کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے اس کی قدر نہ کی تو حضور ﷺ نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو انصافاً قریب والا ہی پانی کا مستحق ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر مدارک)

دوسرا شانِ نزول: ابن ابی حاتم نے ابو اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ دو شخصوں (ایک یہودی اور ایک منافق) کا اختلاف ہوا دونوں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے مقدمہ پیش ہوا حضور ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا منافق باہر نکلا اور بولا میں اس فیصلہ کو نہیں مانتا چلو عمر سے فیصلہ کراتے ہیں- میں عمر کا فیصلہ مانوں گا۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے مقدمہ پیش ہوا یہودی بول پڑا عمر تمہارے پاس آنے سے پہلے تمہارے نبی کی بارگاہ میں گئے تھے اور انہوں نے میرے حق میں فیصلہ دیا یہ باہر نکلا اور بولا میں یہ فیصلہ نہیں مانتا ہوں میں تو عمر کا فیصلہ مانوں گا اسی لیے تمہارے پاس آئے ہیں - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتنا سننا تھا کہ آپ نے فرمایا: ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں۔ مکان کے اندر تشریف لے گئے تلوار لی اور باہر آئے اور یہ فرماتے ہوئے جو نبی کا فیصلہ نہ مانے عمر اس کا فیصلہ ایسے کرتا ہے۔ اس منافق کی گردن اڑادی ۔ پورے مدینے میں یہ شور مچ گیا کہ عمر نے ایک کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو مار دیا ہے رفتہ رفتہ یہ آواز حضور ﷺ تک پہنچی حضور ﷺ نے فرمایا عمر کی تلوار ناحق نہیں چل سکتی اسی درمیان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور آپ کے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپ کو حاکم نہ مان لیں اور آپ کے فیصلہ کو دل سے تسلیم نہ کر لیں یعنی جس کے دل میں آپ کے فیصلہ کا احترام نہ ہو وہ مومن نہیں کافر ہے اور میں نے ایک کافر گستاخ کو مارا ہے- حضرت عمر کا اتنا کہنا تھا کہ اسی وقت اللہ رب العزت نے آیت کریمہ نازل فرمادی اور حضرت عمر نے عربی میں جو الفاظ کہے تھے انہیں الفاظ میں آیت اتاردی۔

اسی طرح حضور ﷺ کو رسول ماننے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو غیب کا جاننے والا مانے کیوں کہ رسول ہونے کے لیے نبی ہونا ضروری ہے اور نبی کہتے ہیں اسے جو غیب پر مطلع ہو "مصباح اللغات" میں ہے نبی اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا۔

قرآن مجید پارہ ۵ / رکوع: ۱۴ / میں ہے۔ ﴿وَعَلَّمَكَ

مَالَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمۡ ﴾

اے محبوب اور آپ کو آپ کے رب نے وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔ اس کی تفسیر تفسیر جلالین میں یہ ہے وَعَلَّمَكَ مَالَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمۡ مِنَ الۡاَحۡكَامِ وَ الۡغَيۡبِ یعنی رب نے آپ وہ سارے احکام اور غیب سکھا دیے جو آپ نہیں جانتے تھے اسی طرح مسلم کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف ص: ۵۱۲/ میں ہے: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله زوی لی الارض فر أیت مشارقها و مغاربها -

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے زمین کے تمام مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا - نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعطائے الٰہی غیب جانتے ہیں یہ عقیدہ قرآن کی متعدد آیتیں اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے۔

(۴) اسی طرح حضور ﷺ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مختار کائنات مانا جائے کہ نعمتِ الٰہی کے خزانوں کی کنجیاں آپ کے دست کرم میں ہیں اور جسے جو چاہیں عطا فرمائیں اور آپ اللہ کے بندوں کو عطا فرماتے ہیں جیسا کہ بخاری اور مسلم کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف ص: ۵۱۲/ میں ہے- ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال بعثت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب وبینا انا نائم رأ یتنی اوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی -(متفق علیہ)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا اور رعب سے میری مدد کی گئی اور اس درمیان کہ میں آرام کر رہا تھا میں نے دیکھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں تو وہ کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں (متفق علیہ)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ خزانوں کے مالک ہیں۔

قرآن مجید، پارہ: ۱۰/ رکوع: ۱۳/ ہے:

﴿وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا عَنۡهُ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ﴾

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا- اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔

(۵) اسی طرح حضو ﷺ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ عالم میں آپ کو متصرف (تصرف کرنے والا) مانا جانا کہ آپ خلقِ خدا کو جو چاہیں حکم دیں اور نظام کائنات آپ کے اشارے پر چلے ۔عام انسان کی طرح معاذ اللہ مجبور و بے بس نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصر کی نماز کے لیے سورج کو لوٹانا، کفار مکہ کے کہنے پر چاند کو دو ٹکڑے کر دینا، سراقہ بن مالک اور اس کے گھوڑے کے لیے زمین زمین کا پھٹنا، صلح حدیبیہ کے موقع پر انگلی مبارک سے پانی کے چشمے جاری کرنا، متعدد مرتبہ آپ کے اشارے پر درختوں کا چلنا، ابوجہل کی بند مٹھی میں بے زبان کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، ایک صحابی کے لیے چھ ماہ کے بکری کے بچے کو بقر بانی کی اجازت دینا، لعاب دہن کے ذریعہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی اور عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہم سے سانپ کا زہر آنکھ کی تکلیف اور پنڈلی کی ہڈی کے ٹوٹے ہوئے ہونے کو دور کر دینا اور اسی طرح کے بے شمار تصرفات اس عقیدے کو مضبوط کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بااختیار اور عالم میں تصرف کرنے والے ہیں۔ امت مسلمہ ان عقائد پر قائم رہی کچھ نام نہاد مسلمان اور سرکش افراد نئے نئے عقیدے کی بنیاد رکھنے کی کوشش کرتے رہے مگر اسلام کے وفادار اور محبت رسول میں سرشار نفوس قدسیہ عقائد حقہ کی حفاظت کرتے رہے۔

جاری۔۔۔۔۔☆☆☆

اسلامیات

قسطِ آخر

نعتیہ اشعار میں طٰہٰ ویٰسین کا استعمال کرنا کیسا؟

ازقلم: مفتی کلیم احمد مصباحی، پوکھریروی

۞۞۞۞۞

تفسیر وتاویل کے درمیان فرق

خازن میں ہے۔'' فالتفسیر اصله فی اللغة من الفسر وهو كشف ما غطی وهو بيان المعنى المعقولة فكل ما يعرف به الشئی ومعناه فهو تفسير وقد يقال فيما يختص بمفردات الالفاظ وغريبها تفسير واما التاويل فاشتقاقه من الاول وهو الرجوع الی الاصل والمراد منه بيان غايته المقصودة منه فالتاويل بيان المعنی والوجوه المستنبطة الموافقة للفظ الآية''

تفسیر لغت میں فسر سے مشتق ہے اور وہ کشف مبہم ہے اور وہ معانی معقولہ کا بیان ہے تو جس سے شئی اور اس کے معنی کی معرفت ہو وہ تفسیر ہے ایک قول یہ ہے کہ مفرد اور غریب الفاظ کی شرح تفسیر ہے اور تاویل اول سے مشتق ہے اور وہ اصل کی طرف رجوع ہے اور اس سے مراد اس کی غرض مقصود کا بیان ہے تو تاویل ان مختلف معانی و وجوہ مستنبطہ کا نام ہے جو لفظ آیت کے موافق ہوں۔

اسی میں ہے۔'' الفرق بین التفسیر والتاویل ان التفسیر علی النقل المسموع والتاویل یتوقف علی الفهم الصحيح واللّٰه اعلم''

تفسیر وتاویل کے درمیان فرق یہ ہے کہ تفسیر کی اساس نقل مسموع پر ہے اور تاویل فہم صحیح پر موقوف ہے۔

اسی میں ہے۔'' فاماالتاويل وهو صرف الاية علی طريق الاستنباط الی معنی يليق بها محتمل لما قبلها وما بعدها وغير مخالف للكتاب والسنة فقد رخص فيه اهل العلم فان الصحابة قد فسروا القرآن واختلفوا فی تفسيره علی وجوه وليس كل ما قالوا سمعوه من النبی صلی اللّٰه عليه وسلم''

تاویل آیت کو بطریق استنباط ایسے معنی پر محمول کرنا ہے جو اس کے شایان ہو اپنے ماقبل و مابعد کے موافق ہو اور کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو اہلِ علم نے ایسی تاویل کی اجازت دی صحابہ نے قرآن کے معانی بیان کیے اور بیان معنی میں بوجوہ باہم مختلف ہوئے یہ بات نہیں ہے کہ انہوں نے جو کہا تو اسے نبی کریم ﷺ سے ضرور سنا ہی ہو۔

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ مغلقات کی تشریح مفردات وغرائب کی وضاحت اور معانی معقولہ کا بیان تفسیر ہے جس کی بنا نقل مسموع پر ہوتی ہے اور تاویل کی یہ شان نہیں۔ طٰہٰ اور یٰس کے جو معانی ماقبل میں بیان کیے گئے ان کی بنا نقل مسموع پر نہیں اسی لیے ہم نے کہا کہ یہ سب اقوال بہ زمرۂ تاویلات ہیں اصولِ تفسیر کی تفہیم سے یہ مسئلہ مزید روشن ہو جاتا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ یہاں تفسیر کے بعض اصول بیان کر دیئے جائیں۔

اتقان میں ہے۔ للناظر فی القرآن لطلب التفسير ماخذ كثيرة امهاتها اربعة الاول النقل عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم وهذا هو الطراز المعلم لكن

یجب الحذر من الضعیف منه والموضوع فانه کثیر ولهذا قال احمد ثلث کتاب لا اصل لها المغازی والملاحم والتفسیر قال المحققون من اصحابِه مراده ان الغالب انه لیس له اسانید صحاح متصلة والا فقد صح من ذلک کثیر _ قلت الذی صح من ذلک قلیل جدا بل اصل المرفوع منه فی غایة القلة''

بہ غرض تفسیر قرآن میں غور وفکر کرنے والے کے لیے کثیر ماٰخذ ہیں جن میں سے چار اصل ہیں۔

اول نبی کریم ﷺ سے نقل معلم کا یہی طریقہ ہے لیکن احتیاط واجب ہے کہ یہاں ضعیف اور موضوع بہ کثرت ہیں اسی وجہ سے امام احمد نے فرمایا تین کتابیں ہیں جن کی اصل نہیں۔ مغازی ملاحم اور تفسیر امام احمد کے اصحاب محققین نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اکثر وہ حدیثیں ہیں جن کی صحیح متصل اسانید نہیں ہیں ورنہ تو بہت سی حدیثیں صحیح السند بھی ہیں۔

میں کہتا ہوں وہ جو صحیح السند ہیں بہت کم ہیں بلکہ اصل مرفوع انتہائی کم ہیں اسی میں ہے۔'' **الثانی الاخذ بقول الصحابی فان تفسیره عندهم بمنزلة المرفوع الی النبی صلی الله علیه وسلم کما قاله الحاکم فی مستدرکه''**

دوم صحابی کے قول کو اخذ کرنا کہ ان کی تفسیر احادیثِ مرفوعہ کی منزل میں ہیں جیسا کہ امام حاکم نے مستدرک میں فرمایا۔

اسی میں ہے ۔''**ثم قال الزرکشی وفی الرجوع الی قول التابعی روایتان عن احمد واختار ابن عقیل المنع و حکوه عن شعبة لکن عمل المفسرین علی خلافه فقد حکوا فی کتبهم اقوالهم لان غالبها تلقوها من الصحابة''**

پھر زرکشی نے کہا تابعی کے قول کی طرف رجوع کرنے میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں ابنِ عقیل نے منع کو مختار کہا انہوں نے امام شعبہ سے اسی کی حکایت کی لیکن مفسرین کا عمل اس کے برخلاف ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں ان کے اقوال کی حکایت کی کیوں کہ تابعین نے زیادہ تر صحابہ ہی سے حاصل کیا۔

اسی میں ہے۔'' **الثالث الاخذ بمطلق اللغة فان القرآن نزل بلسان عربی وهذا قد ذکره جماعة و نص علیه احمد فی مواضع''**

سوم مطلق لغت سے اخذ کرنا کیوں کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ایک جماعت نے اسے ذکر کیا اور امام احمد نے چند مقامات پر اسی کی تنصیص کی اسی میں ہے۔''**الرابع التفسیر بمقتضی من معنی الکلام والمقتضب من قوة الشرع''**

چہارم مقتضائے کلام اور پختہ دلائل شرع سے تفسیر کرنا۔ تفسیر کے یہ چار ماخذ ہیں:

مقطعات کے ذیل میں جو مفسرین کے اقوال ہیں ان کے ماخذ کیا ہیں؟ غور کیجیے تو یہ عقدہ کھل جائے گا اور یہ دعویٰ روشن ہوجائے گا کہ یہ اقوال بہ زمرۂ تاویلات ہیں۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ بسا اوقات تاویلات تفسیر بالرائے کی حد میں داخل ہوجاتی ہیں اتقان شریف میں تفسیر بالرائے کی پانچ صورتیں بیان کی دوسری صورت کا بیان ان لفظوں کے ساتھ کیا'' **الثانی تفسیر المتشابه الذی لا یعلمه الا الله**''ان آیات متشبھت کی تفسیر کرنا جن کا علم اللہ ہی کو ہے تفسیر بالرائے ہے۔

اشکال اور اس کا جواب

اشکال اول: آپ یہ کہ سکتے ہیں کہ طٰہٰ اور یٰس کے متعلق مفسرین نے جو یہ کہا کہ یہ اسماے نبی ﷺ سے ہیں تو یہ تفسیر ہے تاویل نہیں کہ یہ نقل سے ثابت ہے۔

اول: ماقبل میں تفسیر کشاف کے حوالے سے ماوردی کی

حدیث گزری کہ خود حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میرے سات نام بیان کیے محمد، احمد، طٰہٰ، یٰس، مزمل، مدثر اور عبداللہ

یہ حدیث روح البیان میں بھی ذکر کی گئی۔

مطالع المسرات میں ہے۔'' **فروی النقاش عنه صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال لی فی القرآن سبعة اسماء فذکر منها طٰهٰ**''

نقاش نے حضور ﷺ سے روایت کی فرمایا قرآن مجید میں میرے سات نام ہیں پھر حضور ﷺ نے ان میں طٰہٰ کا ذکر کیا۔

اسی میں ہے۔'' **فاخرج ابن عدی فی الکامل عن علی و جابر و اسامة بن زید و ابن عباس و عائشة و ابو نعیم فی الدلائل و ابن مردویه فی تفسیره عن ابی الطفیل رضی اللّٰه تعالی عنهم عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال لی عند ربی عشرة اسماء ذکر منها یٰس**''

ابن عدی نے حضرت علی، حضرت جابر، حضرت اسامہ بن زید، حضرت عباس اور حضرت عائشہ سے کامل میں تخریج کی اور ابو نعیم نے دلائل میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں تخریج کی کہ حضرت ابو طفیل نے حضور ﷺ سے روایت کی فرمایا میرے رب کے پاس میرے دس نام ہیں پھر انہیں میں یٰس کا ذکر کیا۔

دوم: درمنثور میں ہے۔'' **عن اشهب قال سئلت مالک بن انس اینبغی لاحد ان ینتسمی به یس فقال ما اراه ینبغی یقول اللّٰه یس و القرآن الحکیم یقول هذا اسمی تسمیت به**''

حضرت اشہب سے مروی ہے فرمایا میں نے حضرت مالک بن انس سے دریافت کیا کیا کسی کا نام یٰس رکھنا مناسب ہے؟ فرمایا میں مناسب نہیں سمجھتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰس و القرآن الحکیم فرماتے ہیں یہ میرا نام ہے میں اس سے پکارا گیا۔

سوم: درمنثور میں ہے'' **عن ابی الطفیل قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان لی عند ربی عشرة اسماء قال ابو الطفیل حفظت منها ثمانیة محمد احمد ابو القاسم والفاتح والخاتم والماحی والعاقب والحاشر وزعم سیف ان ابا جعفر قال الاسمان الباقیان طٰهٰ ویٰس**''

ابو الطفیل سے مروی ہے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً میرے رب کے پاس میرے دس نام ہیں محمد، احمد، ابو القاسم، فاتح، خاتم، ماحی، عاقب، حاشر، سیف نے گمان کیا کہ ابو جعفر نے کہا دو باقی نام ہیں طٰہٰ اور یٰس

ظاہر ہے کہ جب نقل موجود ہے تو طٰہٰ و یٰس کا اسمائے نبی ﷺ سے ہونا تفسیراً ثابت ہوا نہ کہ تاویلاً

جواب: یہاں صرف اتنا کہ دینا کافی نہیں کہ نقل موجود ہے بلکہ اس سے آگے اب اس کی سند کی تحقیق بھی لازم ہے۔

اتقان میں ہے۔'' **واعلم ان القرآن قسمان قسم ورد تفسیره بالنقل و قسم لم یرد والاول اما ان یرد عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم او الصحابة او رؤس التابعین فالاول یبحث فیه عن صحة السند والثانی ینظر فی تفسیر الصحابی فان فسره من حیث اللغة فهم اهل اللسان فلا شک فی اعتمادهم او بما شاهده من الاسباب والقرائن فلا شک فیه والا وجب الاجتهاد واما مالم یرد فیه نقل فهو قلیل و طریق التوصل الی فهمه النظر الی مفردات الالفاظ من لغة العرب و مدلولاتها واستعمالها بحسب السیاق**''

جان لیجیے قرآن دو قسم ہیں۔ اول جس کی تفسیر نقل سے وارد ہے ثانی جس میں نقل وارد نہیں

اول: یا تو نقل نبی کریم ﷺ سے وارد ہے یا صحابہ سے یا روؤس تابعین سے برتقدیر اول سند کی صحت سے بحث کی جاے گی برتقدیر ثانی صحابی کی تفسیر میں نظر کی جاے گی اگر تفسیر بحیث اللغۃ ہو تو وہ اہلِ زبان ہیں اس لیے یہ تفسیر مقبول ہوگی یا ان کی یہ تفسیر اسباب وقرائن کے مشاہدہ پر مبنی ہوگی تو بلاشبہ یہ بھی مقبول ہے ورنہ معنی تک رسائی کے لیے اجتہاد واجب ہے۔

ثانی: جس میں نقل وارد نہیں یہ کم ہیں اس کے فہم تک رسائی کا طریقہ یہ ہے کہ مفردات الفاظ میں نظر کریں سیاق کے اعتبار سے لغت، اس کے مدلولات اور اس کے استعمال پر غور کریں۔

یہ اصول محکمات سے متعلق ہیں گمان غالب ہے اور یہ گمان بہ درجۂ یقین ہے کہ مقطعات کے باب میں کسی ایسی نقل مرفوع صحیح السند کا وجود نہیں جو ان کے معانی بیان کریں پھر بھی اگر کوئی اس کے خلاف کا مدعی ہے تو اسی اصول کے تحت یہ سوال قائم ہوگا کہ اس کی سند کیا ہے کیا وہ صحیح السند ہے؟

اتقان میں علوم قرآن کی تین قسمیں بیان کی گئیں دوسری قسم کے تعلق سے کہا گیا۔

" ماالطلع اللہ علیه نبیه من اسرار الکتاب واختصه به وھذا لایجوز الکلام فیه الا له اولمن اذن له قال واوائل السور من ھذا القسم وقیل من القسم الاول "

دوسری قسم: اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو جن اسرار پر مطلع فرمایا اور اس کو ان کے لیے خاص کیا اس میں کلام کرنا انھی کے لیے جائز ہے یا ان کے لیے جن کو آپ نے کلام کی اجازت دی فرمایا اوائل سور اسی قسم سے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ قسم اول سے ہے۔

تو اگر یہ دعویٰ ہے کہ طٰہ اور یٰس کا اسماے نبی ﷺ سے ہونا نقل سے ثابت ہے تو اس نقل کی سند کی تحقیق ضروری ہے اگر وہ صحیح السند ہے فبہا ورنہ ان میں کلام کی اجازت نہیں ہوگی۔

مطالع المسرات میں یٰس کے متعلق مذکور حدیث کے تعلق سے فرمایا۔ وفی سندہ مقال

فقیر نے اس کے علاوہ دیگر مذکورہ احادیث کی سند کی تحقیق کے لیے متعدد اکابر مفتیان عظام وعلماء کرام سے سوال کیا علمی فقہی گروپ پر استفساراً پوسٹ کیا خود بھی انتھک کوشش کی مگر اب تک سند کی تحقیق نہیں ہوسکی اہلِ علم سے فقیر کی عرض ہے کہ اس باب میں اگر آپ کسی نتیجے تک پہونچتے ہیں تو ضرور آگاہ کریں -ان اللہ لایضیع اجر المحسنین

اشکال دوم: فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے۔ ''یٰس وطٰہٰ نام رکھنا منع ہے کہ وہ اسماے الٰہیہ اور اسمائے مصطفیٰ ﷺ سے ایسے نام ہیں جن کے معنیٰ معلوم نہیں کیا عجیب کہ ان کے وہ معنیٰ ہوں جو غیرِ خدا اور رسول میں صادق نہ آسکیں تو ان سے احتراز لازم''

صدر الشریعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''طٰہٰ، یٰس نام بھی نہ رکھے جائیں کہ یہ مقطعات قرآنیہ سے ہیں جن کے معنی معلوم نہیں -ظاہر یہ ہے کہ یہ اسماے نبی ﷺ سے ہیں اور بعض علماء نے اسماے الٰہیہ سے کہا۔ بہر حال جب معنی معلوم نہیں تو ہوسکتا ہے کہ اس کے ایسے معنی ہوں جو حضور ﷺ یا اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہوں۔

'' ان عبارات سے ظاہر ہے طٰہٰ اور یٰس اسماے نبی ﷺ سے ہیں۔

جواب: اعلیٰ حضرت اور صدر الشریعہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی عبارات کا حاصل صرف یہ ہے کہ طٰہٰ اور یٰس نام نہ رکھے جائیں اس میں کہیں کوئی جملہ یا لفظ ایسا نہیں جو طٰہٰ ویٰس کے اسماے نبی

ﷺ سے ہونے پر قطعیت کے ساتھ دال ہو بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے ذرا ان جملوں پر غور کریں۔

ان کے معنی کسی کو معلوم نہیں۔ کیا عجب ان کے وہ معنی ہوں جو غیر خدا ور سول میں صادق نہ آسکیں۔

یہ مقطعات قرآنیہ سے ہیں جن کے معنیٰ معلوم نہیں ، ظاہر یہ ہے کہ یہ اسمائے نبی ﷺ سے ہیں، ہوسکتا ہے اس کے ایسے معنیٰ ہوں جو حضور ﷺ یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو۔

''طٰہٰ اور یٰس اسمائے نبی ﷺ سے ہیں'' کیا مذکورہ جملے اس دعویٰ کی قطعیت کے بجائے اس کے بہ قبیل ظنیات ہونے کی مؤید نہیں؟

اعلیٰ حضرت اور صدر الشریعہ رحمہا اللہ کی عبارات سے اشکال اول کا یک گونہ جواب بھی ملتا ہوا نظر آرہا ہے اگر وہ احادیث جن کا اشکال اول کے تحت ذکر کیا گیا مرفوع صحیح السند ہوتیں تو امام اہل سنت اور صاحب بہار شریعت رحمہا اللہ قطعیت کے ساتھ فرماتے کہ طٰہٰ اور یٰس اسمائے نبی ﷺ سے ہیں فتدبر

خلاصۂ کلام

طٰہٰ اور یٰس مقطعات سے ہیں،

مقطعات متشابہات کی قسم ہیں جن کے معنی کسی کو معلوم نہیں۔۔۔ طٰہٰ اور یٰس کے تحت مفسرین کے اقوال بہ زمرۂ تاویلات ہیں، متشابہات کی تاویلات ظنی ہیں قطعی نہیں۔ متشابہات کی کہیں تفسیر کی گئی ہو تو وہ تفسیر بالرائے ہوگی ان دلائل کی روشنی میں ظاہر ہے کہ نعتیہ اشعار میں حضور ﷺ کے لیے یٰس اور طٰہٰ کے اطلاق سے ممانعت ہونی چاہیے۔ حضور صدر الشریعہ رحمہ اللہ کے طرزِ استدلال سے استفادہ کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہوسکتا ہے اس کے ایسے معنیٰ ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو البتہ دلائل الخیرات شریف میں طٰہٰ اور یٰس کو اسماء النبی ﷺ سے شمار کیا گیا بایں سبب ہم منع تو نہیں کہیں گے کہ اس کتاب کی مقبولیت اور صاحب کتاب کی شان و عظمت مسلم ہے انھوں نے جب انہیں اسمائے نبی سے شمار کیا تو ان کے نزدیک اس کی کوئی ٹھوس وجہ ضرور رہی ہوگی ہاں مذکورہ دلائل کی روشنی میں کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ حضور ﷺ کے لیے طٰہٰ اور یٰس کے اطلاق سے اجتناب برتا جائے۔

اعلیٰ حضرت، مفتیٔ اعظم ہند، استاذِ زمن اور حضور تاج الشریعہ کے اشعار میں کہیں حضور ﷺ کے لیے یٰس یا طٰہٰ کا اطلاق نظر نہیں آیا یہ اسی غایت احتیاط کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ ہمیں اور جملہ افراد اہل سنت کو اپنی رحمت سے وافر حصہ عطا فرمائے سرکار دو جہاں ﷺ کی محبت میں جلائے اور انہیں کی محبت پر موت عطا فرمائے۔ آمین

بندۂ عاجز:
کلیم احمد رضوی مصباحی
خادم التدریس والافتا: دار العلوم رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا شریف، سیتامڑھی

اسلامیات

شادی بیاہ کا اسلامی طور طریقہ!!

از قلم: شبیر اشتر۔ مدھوبنی، بہار

اسلامی معاشرے میں ہر خاندان کی ابتدا ایک مرد و عورت کے درمیان شادی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ایک صالح خاندان اس وقت وجود میں آتا ہے جب صالح مرد اور عورت آپس میں نکاح کے پاکیزہ رشتے کو اپناتے ہیں۔شادی سے نسل انسانی کی حفاظت اور ترقی ہوتی ہے۔شادی کے ذریعے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

شادی اسلام کی نظر میں اس پاکیزہ امر کا نام ہے،جس میں خوشنودیٔ مولی،حصول برکت،حصول رحمت،حصول کشادگیٔ رزق اور حصول جنت کا راز پنہاں ہے۔مگر ہاں! یہ سب اس وقت ممکن ہوگا جب شادی اسلامی اصول وضوابط کی روشنی میں ہو۔ کیوں کہ شریعت کی روشنی میں شادی کرنے میں حکم پرودگار کی تعمیل اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیگی ہوتی ہے،جو بڑی سعادت کی بات ہے۔اور یہ بھی سچ ہے کہ جو شادی اسلام کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل کرکے کی گئی ہے،اس گھر میں ہمیشہ امن وامان رہتاہ۔مگر افسوس! کہ آج شادی کے بعد اکثر گھروں میں بے چینی پائی جاتی ہے۔جھگڑے فساد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ وجود میں آتا ہے۔اور زوجین اور اہل خانہ کے درمیان ہمیشہ کچھ نہ کچھ باتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں،جن سے چین وسکون غارت ہوکر رہ جاتا ہے۔اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ شادی کو اسلامی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ مغربی کلچر کو اپنا کر مکمل کی جاتی ہے۔ ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہوگیا ہے کہ شادی کے ابتدائی مرحلہ سے لے کر اخیر تک ہم غیر شرعی کاموں میں الجھے رہتے ہیں۔آج کی شادی،دولت وثروت کی خودنمائی کا اڈہ بن گئی ہے۔جہیز,اس لیے بڑھا کر لیتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں فلاں کے بیٹا کی شادی میں اتنا پیسہ دیا تھا ہم اس سے کم ہیں کیا؟ ہم اس سے زیادہ لیں گے،کم لیں گے تو ہماری کیا عزت رہ جائے گی سماج میں!اور اس کے چند مہینوں بعد گھر کی حالت بد سے بدتر ہوجاتی ہے۔

اسلام نے جس چیز کو آسان ترین بنانے کو کہا ہے،ہم اسی کو مشکل ترین کردیے ہیں۔آج ہمارے سماج میں اکثر لوگ زمین اس لیے بیچ رہے ہیں کیوں کہ ان کے پاس جوان بیٹی ہے شادی کرنے کو اور جہیز دینے کے لیے ان کے پاس پیسے نہیں ہیں۔آج ہم خلاف شرع امور انجام دے کر شادی رچاتے ہیں، تو بھلا کیسے ہمارا معاشرہ سکون کا گہوارہ بنے گا! آج ہم مغربی تہذیب کا پٹہ گلے میں ڈالنے والی لڑکی کو ترجیح دیتے ہیں۔فقط دنیوی تعلیم والی کو بہو بنا کر لانے ,,میں دلچسپی رکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ گھر میں سکون نہیں ہے۔کاش! اسلامی طریقے پر چلنے والی کسی بیٹی کو گھر کی بہو بنا لیا ہوتا جس کے پاؤں، خاتونِ جنت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیا کی پازیب سے سجے ہوتے، جو نماز روزے اور تلاوت قرآن کی عادی ہوتی، تو گھر رشک جنت بن گیا ہوتا۔ کیوں کہ نیک خاتون گھر میں آئے گی تو ہماری نسلیں بھی شریعت محمدی کا پیروکار رہوں گی۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ نیک ماؤں کے بچے بھی نیک پیدا ہوئے ہیں۔ خلیفۃ الاسلام والمسلمین سیدنا فاروق اعظم نے اپنے بیٹے حضرت عاصم کی شادی ایک غریب دودھ والی کی نیک سیرت بیٹی سے کروائی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے سناٹے میں گشت کر رہے تھے، ایک گھر سے آواز آئی، ماں کہہ رہی ہے کہ دودھ میں پانی ملا دو عمر یہاں دیکھنے تھوڑی ہی آرہے ہیں، بیٹی نے کہا: نہیں ماں! عمر دیکھے یا نہ دیکھے ہمارا خدا تو دیکھ رہا ہے اتفاق سے حضرت عمر وہیں کھڑے سن رہے تھے شادی کا پیغام بھیجا، شادی ہوئی؛ اس نیک خاتون کے بطن سے خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ (ابن جوزی، ص: 10) ایسے بے شمار واقعات ہیں کہ بیٹی غریب کی ہی کیوں نہ ہو، اگر شریعت کی پابند ہے تو وہ ارب پتی باپ کی بگڑی اولاد سے لاکھوں درجہ بہتر ہے۔ اسی مہینے کے اخبار میں ایک خبر پڑھی، دل کو رلا دینے والی بات تھی کہ ایک عالم کی شادی ایک رئیس کی بیٹی سے ہوئی اور شادی کے بعد مسلسل اس لڑکی نے عالم کے اوپر داڑھی منڈوانے کے لیے دباؤ بناتی رہی اور وہ عالم مسجد کے امام اور مدرس تھے۔ بیچارے کی حالت ناگفتہ ہوتی گئی، ایک دن وہ بے حیا لڑکی حد پار کر گئی اور کورٹ میں رٹ داخل کر دی طلاق کے لیے۔ یہ کسی ایک کا مسئلہ نہیں پوری قوم مسلم کا مسئلہ ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے کو اپنے گھر کو اسلامی رنگ نہیں دیں گے، تو ہمارا معاشرہ مزید برائیوں کا گھوارہ بن جائے گا۔ اسلام شادی کو آسان بناتا ہے مشکل نہیں۔

☆☆☆

اہلِ قلم توجہ فرمائیں!

جملہ اہلِ قرطاس وقلم سے گزارش ہے کہ ”سہ ماہی پیامِ بصیرت میں اپنے مضامین شائع کرانے کے لیے ص: ۲/ پر دیئے گئے نمبرات اور ای میل پر اپنے مضامین ارسال کر دیں۔

اسلامیات

بہار میں رسم جہیز

مفتی جاوید عنبر مصباحی [کسیا پٹی۔موبائل:919679583583]

۞۞۞۞۞

بہت سے مسلمان کی طرح ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد انگریزوں نے اور آزادی کے بعد ان کے ریزہ خواروں نے بڑی منصوبہ بندی اور دور اندیشی سے مسلمانوں کو علمی، فکری، معاشی اور سیاسی فقیر بنانے کی راہ اپنائی، اور اس میں دونوں ہی قومیں کامیاب رہیں؛ لیکن ہمارا تجزیہ یہ کہتا ہے کہ اس مشن میں ان کی کامیابی کے پیچھے ان کی چالاکی، حکمت اور دانش مندی سے زیادہ' مسلمانوں کی جہالت، غفلت، حرص و ہوس، بے غیرتی اور بے وقوفی کا دخل ہے۔ ہم نے خود اپنے پیروں پہ کلہاڑی ماری ہے اور آج بھی مار رہے ہیں۔ آزادی کے وقت سرکاری نوکری میں مسلمانوں کی حصہ داری تیس فیصد تھی جو گھٹ کر اب صرف ۲ ؍فیصد رہ گئی ہے۔ اور ایسے وقت میں جبکہ علی الاعلان گاندھی کے قاتل کے نظریاتی اَولاد لاکھوں مسلمانوں کی گردن کاٹنے کی دھمکی دے رہے ہیں ہم اپنی ہی جڑیں کاٹنے میں ملوث ہیں۔ جہیز اور نقدی مانگنا مسلمان اور خاص طور پر سنی مسلمان اپنا پیدائشی اور موروثی حق سمجھتے ہیں۔ ویسے تو رسم جہیز پورے ہند میں رائج ہے، مگر اس نے کیرلا، کشمیر اور بہار میں سب سے زیادہ جڑ پکڑ رکھی ہے۔

ہر سال لاکھوں مسلم اَفراد خانہ اپنی جواں سال بچی کی شادی کے لیے ہزاروں مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ جہیز کے بھیڑیئے اپنی فرمائش لفظ''نہیں'' سے شروع کر کے لاکھوں تک لے جاتے ہیں۔ مگر حالات سے مجبور باپ اپنی بیٹی کی خوشنودی اور تابناک مستقبل کی خاطر اپنا سارا مال، کل دولت اور اپنی ساری پراپرٹی نیلام کر کے جہیز کے طلب گاروں کے جہنم جتنے وسیع ''بطن مبارک'' کے ہر کونے اور ہر ہر گوشے کو بھرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ان کی یہ کوشش بھی ہوتی ہے کہ وہ اس ''شکم نامسعود'' کے ہر دروازے کو مال وزر سے بند کر دیں تا کہ اس سے ''**ھل من مزید**'' کا کوئی شعلہ نکل کر ان کی بیٹی کی خوشیوں کو خاکستر نہ کر سکے۔ لیکن شاید کوئی ایسا خفیہ یا چھوٹا سا دروازہ بعض ''مقدس شکم'' کا نگاہوں سے اوجھل رہ جاتا ہے جو لڑکی والوں کو نظر نہیں آتا ہے اور وہ بھر نہیں پاتا ہے جس کے باعث چھ دس ماہ بعد اس سے ایک جہیزی اَنگارہ نکلتا ہے اور دلہن کو اپنی لپیٹ میں لیکر جھلسا کر رکھ دیتا یا مکمل طور پر جلا دیتا ہے۔ جہیز کا ابلیسی ناگ ہر سال ہماری ہزاروں دختران اسلام کو نگلتا جا رہا ہے مگر ہم اب بھی خاموش تماشائی ہیں۔ ہم اپنے دونوں ہاتھوں کا حلقہ بنائے چین کی سانسیں لے رہے ہیں۔ جبکہ یہ پانی ہمارے سر سے کافی اونچا ہو چکا ہے۔

جہیز کی ابتدا:- ہندو قانون اور معاشرے میں لکشمی کی ہم جنس لڑکیوں اور عورتوں کو ترکہ اور وراثت میں شرکت وحصہ داری کا حق حاصل نہیں ہوتا تھا۔ ان ''زبان دار جانوروں'' کو نحوست وغم اور ذلت و رسوائی کا ''مجموعۂ گندھک'' تو تصور کیا جاتا اور بنایا جاتا ہے مگر ترکات وتوریثی امور میں ان کی قوتِ گویائی سلب کر لی جاتی ہے۔ ان حالات اور معاشرتی قانون کو دیکھ کر چند رحم دل باپ نے بوقتِ شادی ہی اپنی لڑکی کو تھوڑا بہت دے دیا تا کہ ان کے کم زور دل اور حساس گردوں میں پیوست عدمِ وراثت کے غم کے کوہسار کا حجم کچھ کم ہو سکے۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی دینا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ

بخوشی جہیز دینے کا ایک عام رواج سا بن گیا۔

مسلمانوں میں رسم جہیز کی درآمدگی:۔ ہندوؤں کی ہم معاشرتی اور نقل کے سبب مسلم قوم نے بھی اس ''خوشنما رسم'' کو اِمپورٹ کرلیا۔اسلامی آئین و دستور میں لڑکیوں کی وراثت بالتصریح موجود ہے۔اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

''وَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ'' مؤنث کے مقابل مذکروں کا دونا ہے۔

مگر اس کے باوجود جہیز کی نامسعود رسم مسلمانوں بالخصوص بہار کے مسلمانوں میں فروغ پاتی رہی۔اب تو اس نے ایک جبری اور ''نیم قانونی حق نما'' حیثیت حاصل کرلی ہے۔اس کی ترویج واشاعت اور جبری مطالبے میں ان ''مفت پرستوں'' کا خصوصی اور ''عظیم تعاون'' رہا جو اپنی نرینہ اولادوں کو فضلِ الٰہی سے بھرپور ''خدائی چیک'' تصور کرتے ہیں۔اور جنھیں وہ بنت حوا کے سرپرستوں کے بینک میں کیش کرا کے خوب دادِعیش دے سکتے ہیں۔ہم نے اپنے خداداد کانوں سے بعض شقی القلبوں کو یہاں تک کہتے سنا ہے:

خدا کے فضل سے مجھے کوئی ٹینشن نہیں ہے۔اللہ نے مجھے پانچ پانچ لاکھ کے چیک والے چار بیٹے دیے ہیں (وہ اسی وقت سے حساب لگاتے رہتے ہیں کہ دس سال بعد جب انکے ''نکمے اور ناکارہ بیٹوں'' کی شادی ہوگی اس وقت ان ''دیسی جانوروں'' کی قیمت ''ہندوستانی مسلم بازار'' میں پانچ سات لاکھ تک پہونچ جائے گی) اور ایسا نہیں ہے کہ اس میں صرف جہلا ملوث ہیں، بلکہ عالم کہلانے والے بہت سے کلنک بھی اس کے مجرم ہیں۔

جہیز کے مثبت پہلو:۔ کسی بھی موضوع یا معاملے کے متعلق کچھ کہنے اور فیصلہ لینے سے قبل اس کے دونوں پہلوؤں کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔جہاں اس کے منفی امور کو دیکھا جائے وہیں اس کے مثبت پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھا جائے ۔دونوں پہلوؤں کے فوائد ومضرات کو سامنے رکھ کر کوئی رائے قائم کرنے سے درستگی و صواب کے امکانات زیادہ سے زیادہ رہتے ہیں۔میری عقل نارسا جہیز کے ایک مثبت پہلو تک رسائی حاصل کرسکی ہے۔جب دو افراد رشتۂ اِزدواج میں پروئے جاتے ہیں تو انھیں گھر کے ہر سامان اور بہت سی مختلف چیزوں کی حاجت ہوتی ہے اور انھیں زرکثیر خرچ کرنا پڑتا ہے۔اگر ان کی کچھ معاونت کردی جائے تو ان کا بار کچھ کم ہوجائے گا۔اور شاید اس وقت لڑکی والے سے زیادہ ان کا کوئی خیرخواہ نہیں ہوتا ہے۔اگر وہی کچھ مدد کردیں تو اور خوب۔مگر یہ بھی مخدوش ہے کیوں کہ ہندوستانی مسلمانوں کے 75 فیصد سے زیادہ افراد Joint Family کے طور پر رہتے ہیں۔جن میں عمومی طور پہ سکونت اور مطبخ ایک ساتھ ہی رہتا ہے۔اور والدین کی وفات کے بعد ہی علیحدگی کے مرحلے سے گذرتا ہے۔مزید یہ کہ ''جہیز کے پروانے'' اشیائے ضروریہ کا مطالبہ کرتے ہی نہیں ہیں۔بلکہ ان کی نگاہِ کرم تو اس بات پر ٹکی ہوتی ہے کہ وہ اپنی بے جا ازلی خواہشوں کو لڑکی والوں کے مال وزر سے پورا کریں اور اپنے حرام خور پیٹ کا رقبہ اور وسیع کرلیں۔

جہیز کے نقصانات

ہندوستانی مسلمانوں کے لیے جہیز کم اَز کم سات بنیادی نقصانات کی وجہ بنتا ہے۔

مذہبی نقصانات:۔ یہ خبیث رسم سب سے زیادہ سنیوں کے اَندر پائی جاتی ہے۔اور تو اور کچھ علما اور کچھ خانقاہی حضرات بھی بھیڑ بکریوں کی طرح اپنے عالم بیٹوں کی قیمت متعین کرتے ہوئے پائے گئے؛ بعض سے ہمیں خود سابقہ پڑا ہے۔چار پانچ لاکھ نقد اور گاڑی' علاوہ لوازمات وعوارضات کے۔علاقۂ ترہت کی ایک خانقاہ کے ایک شہزادے نے ایک بیٹی کے باپ سے کہا: ہم لوگ ہائی فائی ہیں، آپ کے اندر دس پندرہ لاکھ خرچ کرنے کی صلاحیت ہے؟؟ سیتامڑھی مظفرپور اضلاع کی بعض سنی بستیوں کا تو بیس پرائس (کم سے کم قیمت) تک کھلا ہوا ہے۔اب ایسی صورت میں سنیت سکڑے گی نہیں تو کیا ہوگا؟ جبکہ غیرسنی انھی موقعوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے 'سنت نکاح' کے نام پر سنی گھروں اور سنی بستیوں میں رسائی حاصل کرلیتے ہیں۔

سیتامڑھی، مظفر پور اور آس پاس کے اضلاع میں غیر سنیوں نے اپنے دھرم کو پھیلانے کے لیے اس کا بخوبی استعمال کیا ہے۔ شادی کے بعد اپنے سسرالی رشتے داروں میں سے کسی نہ کسی کو اپنے مکتبِ فکر کے مدرسے میں داخل کروا کر پورے خاندان اور پوری بستی کو اپنا ہم نوا بنا دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''خَيْرُا لنِّكَاحِ اَيْسَرُمَؤُنَةً'' بہترین شادی وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔ **(مشکوٰۃ المصابیح: باب النکاح)**

مگر رسم جہیز نے اس فرمانِ نبی ﷺ کی عملی تعبیر کو نہایت مشکل بنا دیا ہے۔ مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ جہیز لینا اور فضول خرچی کا مظاہرہ کرنا ایک ایسا فیشن اور ایسا مرض بن گیا ہے کہ **''خَيْرُا لنِّكَاحِ اَيْسَرُمَؤُنَةً''** پہ عمل دشوار گذار اور ناممکن سا نظر آنے لگا ہے۔ جہیز سے متعلق دیگر فضولیات نے اور بھی بہت سے امور پہ اثر اندازی شروع کر دی ہے جن کے باعث مسلمان بہت سے مذہبی اَحکام سے روگرداں نظر آ رہے ہیں اور آہستہ آہستہ مذہبی تصلب کی گرہ کم زور ہوتی جا رہی ہے۔ اور مسلمان اسلامی نقوش وتشخصات سے دور رفتہ ہوتے جا رہے ہیں۔ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے جنین کا پتہ لگا کر مؤنث جنین کے حمل کو قبلِ ولادت ہی گروا دیا جاتا ہے جو آیتِ قرآنی کے صریح مخالف اور اشد حرام ہے۔ بہت سی دخترانِ اسلام خود کشی کرتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے مگر جمع جہیز میں مگن اور آخری اولاد کی شادی کے انتظار میں پریشاں رہ کر زیارتِ حرمین طیبین سے محروم رہتے ہیں۔ مال کی زکات بھی کما حقہ ادا نہیں کرتے ہیں۔ دل دست کشی پہ آمادہ نظر آتا ہے۔ اس طرح دل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا خوگر بن جاتا ہے اور دھیرے دھیرے ان کی نظر میں ہر گناہ ہلکا اور معمولی بنتا جاتا ہے۔

معاشرتی نقصانات:۔ جہیز کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی دنیا کا مشکل ترین کام بن گیا ہے۔ ماں باپ لڑکی کے وقتِ ولادت ہی سے چندی چندی اور قطرہ قطرہ جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں مگر پندرہ سترہ سالوں میں بھی ان کی یہ ''سکندری مہم'' پوری نہیں ہو پاتی ہے۔ عمومی طور پہ والدین کے سر پہ ایک نہیں بلکہ مختلف لڑکیوں کی ذمہ داری ہوتی ہے جس کے باعث تیاری میں تاخیر ہوتی رہتی ہے اور بچی کی عمر نکلتی رہتی ہے۔ اور بڑھتی عمر کے ساتھ جو فتنہ نشو ونما پاتا ہے وہ ایک صالح معاشرہ کو سیلاب کی طرح بہا لے جاتا ہے۔ ہم نظر اٹھا کر اپنے معاشرے کا جائزہ لیں۔ آج ہمارے معاشرے میں شرم وحیا اور ندامت کی چادر اتنی دبیز نہیں رہ گئی ہے جتنی رسمِ جہیز کی درآمدگی، ٹی وی اور موبائل کی ایجادِ نامحمود سے قبل تھی۔ موبائل کی ایجاد نے تو ستم بالائے ستم ڈھا دیا ہے، اور اس پر مستزاد ہمارے وزیر اعلیٰ کا سکشا اور نوکری اَبھیان۔ ہر گاؤں اور ہر بستی کا حال ناگفتہ بہ بن چکا ہے؛ خبروں کے مطابق پورے ملک میں گذشتہ چند سالوں میں (آر ایس ایس کے بھولا وَ بیٹی بچاؤ ابھیان کے تحت) ہزاروں مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں اور شادی شدہ مردوں کے ساتھ بھاگ گئی ہیں، جن میں سے بعض کی خرید وفروخت کا معاملہ بھی رشنی میں آیا۔

اِقتصادی نقصانات:۔ رسمِ جہیز اور شادی کی فضول خرچیوں نے شادی خانہ آبادی کو ''شادی خانہ بربادی'' بنا دیا ہے۔ ایک لڑکی کی شادی کے لیے کم از کم چار پانچ لاکھ روپے درکار ہوتے بلکہ خرچ کیے اور زبردستی کروائے جاتے ہیں۔ چار پانچ لاکھ روپے بھی اسی وقت کافی ہوتے ہیں جب کہ لڑکے والوں نے ''دریا دلی'' دکھاتے ہوئے نقد ''معاف'' کر دیا ہو۔ (اتنی مہنگی شادی کو بھی ہمارے معمر اور بزرگ حضرات ''مفت کی شادی'' کہتے ہیں۔) آج سے بیس پچیس سال پیشتر ماہانہ تین چار ہزار کمانے والے غریب مسلمان نے کفایت شعاری اور نہایت کنجوسی سے کام لیتے ہوئے ماہانہ ہزار بارہ سو روپے بچایا اور جمع کیا۔ جب اٹھارہ انیس سال بعد اس کے خون پسینے کی گاڑھی کمائی سے بچی ہوئی رقم چار پانچ لاکھ تک پہونچتی ہے اسے اپنی زندگی کا سارا سرمایہ اور کل پونجی ایک بیٹی کی شادی میں خرچ

کرنا پڑتا ہے۔اس طرح ایک مڈل کلاس اور اوسط درجے کا
مسلمان بیس پچیس سال قبل جہاں سے چلا تھا وہ بیس پچیس سال
بعد بھی وہیں کھڑا نظر آتا ہے۔ جب کہ ان بیس پچیس
برسوں میں ڈیزل 7 /روپے سے 95 /روپے، پٹرول 16/
روپے سے 120/روپے،سونا چار ہزار روپے سے ساٹھ
ہزار روپے تولہ،اور چاول تین سو روپے سے چار پانچ ہزار روپے
کوئنٹل ہوگیا۔ پانچ پیسی، دس پیسی، چونی اور اٹھنیاں بند ہوگئیں
(۱۹۹۵ءسے۲۰۲۱ءکے درمیان بھارت اس حد تک بدل
چکا ہے۔) دیہاتوں،شہروں، ریاستوں اور ملکوں سمیت دنیا کا
نقشہ بدل چکا ہے۔ہزاروں کے مالک اب لاکھ پتی، کروڑ پتی،
ارب پتی اور کرب پتی بن چکے ہیں۔دس بارہ ہزار کی معمولی رقم
سے کاروبار شروع کرنے والے افراد ملینیئر اور بلینیئر بن چکے
ہیں۔مگر ۹۰/کی دہائی کا مسلمان آج بھی وہیں ہے۔ بلکہ ان میں
سے بہت سے بدقسمت تو ہزار پتی اور لاکھ پتی سے ''روڈ پتی'' بن
چکے ہیں۔ ہاں البتہ! بعض لوگوں کی حالت میں یہ معمولی تبدیلی
ہوئی کہ ان کی تنخواہ تین چار ہزار سے بڑھ کر چھ سات یا آٹھ دس
ہزار ہوگئی ہے مگر بے تحاشہ مہنگائی کے سامنے ان کی تنخواہ خود ان کی
کفالت کرنے سے قاصر ہے اور اس پر مزید بقیہ لڑکیوں کی شادی
ایک اور دردِسر۔ایک ہی کی شادی میں زندگی کی ساری کمائی نکل
گئی تو بقیہ لڑکیوں کی شادی کا انتظام کیسے کرے گا۔دوسری کی
شادی کے لیے گھر بار اور شاید تیسری چوتھی کی شادی کے لیے
اسے خود کو بیچنا پڑے گا۔ہم نے ایک نہیں متعدد ایسے مسلم
تاجروں کو دیکھا ہے جن کی ماہانہ آمدنی ۱۹۹۷ء میں (جب
ہندوستان کے 85 فیصد لوگوں کی آمدنی پانچ چھ ہزار سے بھی کم
تھی) پینتیس چالیس ہزار سے زیادہ تھی مگر پے در پے متعدد
شادیوں نے ان کی تجارت کی ایسی کمر توڑ دی کہ آج بھی ان کی
ہڈیوں سے شکستگی کے آثار جھانکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ حشر
تو ان لوگوں کا ہوا جو ایک اچھی تجارت اور خاصی معقول آمدنی
رکھتے تھے، تو مسلسل شادیوں سے ان سے کم تر لوگوں کا
حشر کیا ہوا ہوگا یہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

سیاسی نقصانات:۔ ہندوستان میں 85 فیصد سے زیادہ مسلمان
محنت و مزدوری اور کاشتکاری کرتے ہیں۔ جو بقیہ 15
فیصد اپنا کاروبار کرتے ہیں ان میں دکان داری کرنے والے
ایک چوتھائی سے بھی کم ہیں۔کل ملا جلا کر بازار اور مارکیٹوں میں
مسلمانوں کی حصہ داری دو فیصد سے بھی کم ہے۔ہم نے ممبئی،
دہلی، اجمیر، آگرہ، الہ آباد، پٹنہ، ہوڑہ، کلکتہ اور ناندیڑ کے مسلم
محلوں کا مشاہدہ کیا ہے۔جن علاقوں میں غیر مسلموں کی آبادی چار
فیصد سے بھی کم ہے وہاں بازاروں میں ان کی حصہ داری تیس
پینتیس فیصد سے بھی زیادہ ہے۔اور جہاں غیر مسلموں کی
آبادی 75 فیصد سے زیادہ ہے وہاں مسلمانوں کی دوکانیں
ڈھونڈنے سے ہی ملتی ہیں۔تقریبا سارے مارکیٹ غیر مسلموں کی
جاگیر نظر آتے ہیں؛ اور تو اور خواجہ غریب نواز کے مزار کے
چاروں طرف بنی دوکانوں اور ہوٹلوں میں بھی غیر مسلموں کی حصہ
داری کافی زیادہ ہے۔ اس طرح شادی بیاہ اور جہیز کے نام پہ
بھارتی مسلمانوں کے ذریعے سالانہ جو پانچ لاکھ کروڑ روپے خرچ
کیے جاتے ہیں تقریبا ان کا 97 فیصد سے زیادہ حصہ غیر مسلموں کی
تجوریوں میں پہونچ جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب شادی
کی خریداری کے لیے نکلتے ہیں تو دو چار افراد ساتھ ہوتے ہیں جن
کی آپسی باتوں سے دکان دار یہ جان لیتا ہے کہ شادی کی شاپنگ
ہے،بس کیا ہے دام من چاہا مانگا جاتا ہے،اور بے وقوف مسلمان
اسے بھی ادا کر دیتے ہیں۔غیر مسلم شادی بیاہ اور جہیز کے نام پہ
جتنا بھی خرچ کریں وہ پیسہ انھی کی قوم میں گھومتا رہتا ہے کیوں کہ
بازاروں پہ قبضہ انھی کا ہے۔مگر مسلمانوں کا حال دیگر ہے۔ان کی
گاڑھی کمائی کا سارا پیسہ غیر مسلموں کے اکاؤنٹ میں جمع
ہوجاتا ہے۔ اس طرح ایک قوم جو پہلے ہی سے مال دار ہے
اور جس کے ہاتھوں میں قومی خزانے کی کنجی اور ملکی حکمرانی ہے وہ
اور مال دار اور سیاسی طور پہ مزید مضبوط و مستحکم ہوتے جا رہے ہیں
۔اور قومِ مسلم جو پہلے ہی غریب،کنگال اور مجبور و بے بس ہے

مزید خستہ حالی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔اوران کی سیاسی قدرو وقعت بھی مزید گرتی جارہی ہے۔

تعلیمی نقصانات:۔ ایک اوسط طبقے کا مسلمان جس کی ماہانہ آمدنی آٹھ دس یا بارہ پندرہ ہزار ہو وہ اپنے چار پانچ بچوں کے لیے تعلیمی اخراجات سات آٹھ ہزار کیسے برداشت کرسکتا ہے جب کہ اسے اس مہنگائی کے دور میں گھر کا خرچ بھی چلانا ہے اور متعدد بچیوں کی شادی کے لیے جمع کرنا ایک الگ مسئلہ۔نتیجۃً ان کے بچے ساتویں آٹھوں تک پہنچتے پہنچتے تعلیم کوالوداع کہہ کر والد کا ہاتھ بٹانے لگ جاتے ہیں۔اور جو آدھی روٹی کھا کر پڑھانے کا جذبہ دکھاتے بھی ہیں تو بارھویں اور گریجویشن تک پہنچتے پہنچتے ان کے پیٹ کی بھوک جواب دینے لگتی ہے اور جب دوسرے کم تعلیم یافتہ لڑکوں کو اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتے دیکھتے ہیں تو ان کا حوصلہ مزید پست ہوجاتا اور مزید تعلیم کا جذبہ ماند پڑجاتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی اپنے بچوں کے تعلیمی سلسلے کو روکنے پہ مجبور نظر آتے ہیں۔اس طرح بہ مشکل تین چار فیصد مسلم طلبہ اپنے تعلیم کو اعلی معیار تک پہونچا پاتے ہیں۔اور جب ہائر ایجوکیشن کی کمی ہے تو اعلی ملازمتوں اور اقتدار میں عدم حصہ داری یا نظر اندازی پہ ماتم کناں ہونا اور آنسو بہانا فضول اور عبث ہی نہیں بلکہ حماقت ہے۔اگر ہم خود اپنی خامیوں کو دور کرلیں تو غیر کی طرف نظرِ سوال اٹھانے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئے۔

بھارت میں مسلمانوں کی آبادی 25 کروڑ مانی جاتی ہے، اگر سالانہ صرف 4 فی صد شادی مانی جائے ، اور اوسطاً ہر شادی کا خرچ 5 لاکھ مانا جائے، تب بھی یہ رقم 5 لاکھ کروڑ سے زیادہ ہوجاتی ہے، جن میں سے کم از کم۔ 4.5 لاکھ کروڑ رقم فضول خرچی میں آتی ہے جو ہمارے ہاتھوں سے غیروں کی تجوری میں چلی جاتی ہے۔ یہ ساڑھے چار لاکھ کروڑ یوپی جیسی عظیم ریاست کے سالانہ بجٹ 4 لاکھ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ اگر صرف اسی ایک پہلو کو سامنے رکھ کر سوچیں تو قوم مسلم کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

معالجاتی نقصانات:۔ ساری پونجی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی میں طوعاً یا کرہاً خرچ کر چکے تو اتنی رقم بچتی ہی نہیں ہے جو بوقتِ حاجتِ شدیدہ کام آسکے۔اور کسی خطرناک مرض کے علاج میں اپنی کمائی سے کسی طرح کی کوئی مدد مل سکے۔بلکہ بہت سے افراد تو جمع جہیز کی خاطر ہلکے اور معمولی امراض کو سالوں چھپائے اور دبائے رہتے ہیں۔اور ایک دن اچانک وہ معمولی مرض ناقابلِ علاج بن کر ظاہر ہوتا ہے۔یا پھر قابلِ علاج ہوتا بھی ہے تو اتنا گراں اور مہنگا ہوتا ہے کہ وہ برداشت نہیں کرسکتے۔بالآخر وہ بیچارے مجبور و ناتواں ماں باپ یا بھائی بہن دکھ،غم اور مصیبت و پریشانی لیے اس جہانی سے آنجہانی ہوجاتے ہیں۔اور رشتہ داروں ،ہمسایوں سمیت دیگر مسلمان اتنے مجبور و بے بس ہوتے ہیں کہ وہ دو قطرے آنسو گرانے اور "اناللہ واناالیہ راجعون" پڑھنے کے سوا کوئی دوسری مدد نہیں کرسکتے ہیں۔

ابنیتی نقصانات:۔ شادی کے بعد بہت سے دولہا میاں کی نظرِ عنایت ماں باپ اور بھائی بہن سے زیادہ سسرال والوں کے لیے زیادہ ضیابار ہوجاتی ہیں یا پھر والدین کی طرف اِلتفات کم ہوگیا تو ماں باپ شکوہ کناں ہوتے ،بہو کو خوب کوستے اور "خوش دلی" سے بددعائیں دیتے ہیں۔ اس بے چاری کو ناگ،ڈائن اور نہ جانے کن کن نیک اَلقاب سے یاد کرتے اور صلواتیں سناتے ہیں۔ ہرایک کے سامنے یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم نے شادی نہ کی کہ اپنا بیٹا کھودیا مگر وہ یہ غور کرنے کی زحمت ہی نہیں کرتے کہ لڑکی والوں نے اس "انسان نما بکرے" کو لاکھوں روپے خرچ کرکے خریدا ہے تو کچھ نہ کچھ میلان ان کی طرف بھی ہوگا ہی۔ایک کتا بھی جس کا کھاتا ہے اس کا وفادار ہوتا ہے پھر وہ تو "شریف" اور "نیک لوگوں" کے "مؤدب"لڑکے ہوتے ہیں وہ کیوں کر وفاداری نہ دکھائیں گے۔اور ایسے بھی جبری حاصل کیے گئے جہیز کی ناجائز دولت رگوں میں دوڑنے والے خونوں کی رنگت میں کچھ تو اثر دکھائے گی۔جب آپ نے لڑکی والوں کے درد والم اور ان کے آہ و بکاہ

سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو ٹھکرا کر جہیز جیسی ''عظیم اور اخروی نعمت'' زبردستی چھینی ہے تو اللہ اور اس کے مقدس نبی ﷺ جو رحمتِ عالم، دردمندِ غریباں ، بے کسوں کے کس اور بے سہاروں کے سہارا ہیں ، کچھ تو آپ کو آپ کے ''کارِ خیر'' کی ''جزا'' عنایت فرمائیں گے۔**کماتدین تدان**
جیسا عمل ویسا بدلہ۔

شادی میں دو ہی چیز اہم ہیں (1) مہر دین (2) ولیمہ ۔ان میں سے پہلا لڑکے والوں کے لیے واجب جب کہ دوسرا سنت ہے ۔لڑکی والوں کی اس کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ لڑکی کو رخصت کردیں مگر بلا وجہ کی رسموں نے لڑکی والوں پہ ایسی کاری ضرب لگائی ہے کہ بعثت محمدی ﷺ سے قبل کی گھناؤنی رسم ایک نئی شکل میں زندہ ہوچکی ہے۔لڑکیوں کو ایک بوجھ سمجھا جانے لگا ہے اور انھیں دنیا دیکھنے سے قبل شکم مادر میں ہی قتل کیا جارہا ہے۔میں نے بہت سے لوگوں کو تعددِ بنات کے باعث شراب کا عادی ہوتے اور خودکشی کرتے دیکھا ہے۔اور غریب باپ کی جوان بیٹیوں کا خودکشی کرنا تو ہمارے معاشرے میں صبح شام سورج نکلنے اور ڈوبنے کی طرح روز کا معمول بن چکا ہے۔جہیز کے مال وزر میں کسی طرح کی برکت بھی نہیں ہوتی ہے، نہ جانے کیوں اس کے باوجود میری پیاری قوم کو اس کا چسکہ لگا ہوا ہے۔ جہیز لینے والوں میں شاید ایک فیصد بھی ایسے نہیں ہوں گے جنھیں شادی میں اپنے گھر سے خرچ نہیں کرنا پڑتا ہوگا۔ انھیں اپنے مال سے بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ پھر آخر کیوں وہ بے برکت مال حرام کے لیے اللہ اور اس کے محبوب پیغمبر ﷺ کی ناراضگی خرید کر اور مسلم معاشرے کو ہر طرح کا زک پہونچا کر دوزخ کی آگ کو اپنا لباس اخروی بنانا چاہ رہے ہیں؟؟

ہمارا پیغام:۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے خطبا اپنی تقریروں میں ، شیدائے قلم اپنی تحریروں میں، مبلغین اپنی تبلیغی دعوتوں میں اور قائدین و پیران عظام اپنی نصیحتوں میں ان عظیم نقصانات کا ذکر کریں اور لوگوں کو اس نامشروع رسم سے دور رہنے کی تلقین کریں۔اور ساتھ ہی ایسی شادیوں کا بائیکاٹ کریں جن میں لین دین پایا جائے۔ نہ کوئی مولانا نکاح پڑھانے کی غرض سے جائے، نہ کوئی اثر دار آدمی ان کے کسی الجھے ہوئے معاملے کو سلجھانے جائے۔ بلکہ اگر ہوسکے تو کسی تنظیم یا خانقاہ یا متعدد خانقاہوں اور تنظیموں کی طرف سے ایک سال پورے برس جہیز کے خلاف مہم چلائی جائے اور لوگوں میں اتنی تفصیلی معلومات عام کی جائیں کہ عامۃ الناس میں جہیز مخالف جذبات ہمیشہ کے لیے بیدار ہوجائیں۔ یا ہر سال پندرہ دن اور ایک ماہ رسم جہیز کے خلاف مہم کے خاص کیا جائے۔ بہار میں عام طور پر ہر گھر میں شادی کے ایک روز قبل یا بعد محفل میلاد منعقد ہوتی ہے، ان میں شامل ہونے والے علما اپنا ایک مزاج بنالیں کہ نکاح کی فضیلت کے تحت جہیز کی حرمت اور اس کے نقصانات کا بھی بھرپور تجزیہ پیش کریں اور مجلس میں شامل ہر شخص سے ہاتھ اٹھوا کر یہ عہد لیں کہ وہ اپنے لڑکوں کی شادی بغیر کسی جہیز یا نقدی کے کریں گے۔

اگر لیڈرانِ ملت اور رہبرانِ شریعت عزم مصمم کرلیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ معاشرے سے اس گندگی کو دور پھینکنے میں کسی طرح کی کوئی شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑے۔ ہم نے ایک گاؤں میں دیکھا کہ وہاں کے چند معمر افراد نے بالاتفاق یہ اعلان کردیا تھا کہ جو کوئی گانے بجانے کا کام کرے گا ہم اس کی دعوت اور ولیمہ نہیں کھائیں گے ۔ چنانچہ اب اس گاؤں میں کم ازکم شادی کے موقعوں پہ یہ شیطانی قہقہے سنائی نہیں دیتے ہیں۔

☆......☆......☆

مفتی جاوید عنبر مصباحی [کسیا پٹی۔
موبائل:9196795835833]

حالاتِ حاضرہ

اصلاحِ معاشرہ کی تصویر

مولانا ارشد رضا قمر اخلاقی امجدی [خانقاہ قادریہ تیغیہ اخلاقیہ، کھرساہا شریف، سیتامڑھی]

یہ اہم ترین مقام و منصب اور فریضہ ہے، اگر اس میدان میں اخلاق و کردار اور سنجیدگی سے کام کرتے ہیں تو سمجھیں کہ آپ بادشاہی زندگی جی رہے ہیں، لیکن یاد رہے وقار بنانا اور بگاڑنا بھی آپ ہی کے ذمہ ہوتا ہے۔

افسوس اس بات پر بھی ہے کہ ہم میں سے بہت سارے لوگ امامت کی نماز کو اس محلہ یا گاؤں کے لیے خاص کر چکے ہیں جہاں کے وہ امام ہیں، جبکہ نماز تو وہ عبادت ہے کہ آپ امام رہیں یا نہ رہیں نماز معاف نہیں ہے، پھر ہونا یہ چاہیے کہ آپ جب اپنے گھر یا گاؤں آئیں تو نماز کی پابندی کریں، کوشش کیجیے کہ محلہ کی مسجد میں ضرور حاضری ہو، نماز کا وقت ہے آذان ہو رہی ہے ہماری محادثات جاری رہتی ہیں، بھلا آپ ہی ٹھنڈے دماغ سے سوچ کر بتائیں کہ ہم عوام کے سامنے کیسے معزز ہو پائیں گے۔

امامت اصلاح عوام کا عظیم ذریعہ

امامت اصلاح عوام کے واسطہ عظیم وسیلہ ہے، اس میں جمعہ کا خطاب آپ کے لیے تبلیغ دین کے واسطہ ایک بہت بڑا وسیلہ ہے، آپ کوشش کریں کہ رٹی رٹائی تقریر سے ہٹ کر مقتضائے وقت پر بیان دیں، اپنی باتیں قرآن و احادیث کی روشنی میں رکھیں، ردو ابطال ہمارا دینی و واجبی فریضہ ہے، لیکن حکمت اور وقت کے اعتبار سے مثبت اور منفی رویہ اختیار کرتے رہیں، صرف مثبت یا صرف منفی، ایسے ہی صرف شدت یا صرف حلاوت ہمارا دین نہیں، جہاں رحماء بینھم آیا وہیں اَشِدّآءُ عَلَی الْکفار بھی آیا۔ جو اس بات کی طرف مشعر ہے کہ شدت و حلاوت صحابہ کرام کا طرہ اور دینی متمایزات سے ہیں۔

بسا اوقات امامت میں سارے مقتدی آپ کے موافق نہیں ہوتے بسا اوقات نہیں بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے، ایسے مواقع پر مکمل سنجیدگی اور صبر سے کام کیجیے، کیونکہ جب تک کچھ لوگ ہماری مخالفت نہیں کرینگے کام کرنے میں مزہ بھی نہیں آتا ہے۔ صرف امامت فقط امامت نہیں بلکہ عشا بعد یا کوئی مناسب وقت میں عقیدہ کی اصلاح، اور مسائل ضروریہ کی تعلیم جاری رکھیں، آج بھی ہمارے عوام کی اکثریت کو ضروری دینی مسائل سے وابستگی نہیں ہے، اور ہم ۱۰/ سال ۱۵/ سال امامت کر کے بھی کچھ نہیں کر پاتے ہیں افسوس ہے۔

پھر آیئے عہد کیجیے امامت کے ذریعہ ہی رشد و ہدایت کی دنیا میں انقلاب پیدا کریں گے، موجودہ حالات کافی نازک ہیں 24 ہزار سے زائد مسلم دوشیزائیں فتنہ ارتداد کی شکار ہو چکی ہیں، ہمارے پاس تبلیغ کے لیے امامت کا مصلی اور جمعہ کا خطاب انمول تحفہ ہے اس کا استعمال کریں اور قوم کے لیے کچھ کر گزرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔

درس و تدریس

یہ گراں قدر فریضہ ہے جو آج بھی سخت تر ہے، اس کے

ہی پروردہ ہیں جو خانقاہوں کے گدی نشیں، مساجد کے ائمہ یا پھر بڑے بڑے اسٹیج کے خطبا، ایک مدرس کے پاس آج بھی کئی فنون کی کتابیں ایک ہی دن میں پڑھانی ہوتی ہے، ابھی ہم نے منطق پڑھایا پھر فقہ یا فلسفہ یا حدیث، غرض کہ ہر گھنٹی کے بعد آپ کا مزاج لب ولہجہ تبدیل ہوتا ہے، افہام وتفہیم کا مادہ بھی تبدیل کرنا پڑتا ہے، طلبہ کی ذہنیت کو سمجھنا پڑتا ہے، بسا اوقات عبارت مغلق ہوتی ہے، ایک بار نہیں کئی بار انداز و الفاظ بدل کر سمجھانا پڑتا ہے، ایک کتاب پڑھانے کے لیے ایک مشفق اور بہتر استاد کو کم از کم دو تین شروحات عربی اردو کی دیکھنی پڑتی ہے، گویا اساتذہ دین وملت کے لعل و گوہر ہیں ان کی اتنی عزت ہونی چاہیے جتنی آپ اپنے ماں باپ یا پیرومرشد کی کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ، ایک استاد ایک شاگرد کو چھ سات سال پڑھاتا ہے لیکن ہم شاگرد کا رویہ استاد کے تعلق سے محبتانہ نہیں رہتا اور شیخ آتے ہیں صرف ایک دن رومال پکڑوایا بس کام ہوگیا۔ جب کہ استاد ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے آپ کو پیر کی ارادت کی اہمیت سمجھائی اور آپ کسی پیر سے منسلک ہوسکے۔

پیراں مریدی

صوفیائے طریقت کا ظاہری علوم شرعیہ سے وابستگی اور اس پر عمل درآمد بے حد ضروری ہے، یہ میدان دل جیتنے کا ہے، اس میدان میں زبان و بیان کا میٹھا ہونا بے حد ضروری ہے، افسوس اب خانقاہوں میں نہ تزکیہ نفس رہا اور نہ ہی صفائے قلب کا درس، بس یونہی رومال پکڑوالیا کافی ہے، خیر آج فقط ارادت سے ہی بہت سارے لوگوں کے ایمان محفوظ ہیں، اس میدان میں ڈھونگی پیر آپ کو بہت ملیں گے، مکمل محتاط ہوکر کسی کا دامن پکڑئے، ویسے بھی یہ ارادت واجبی اور لازمی نہیں ہے ہاں حفظان عقیدہ کے لیے اہم ضرور ہوجاتا ہے۔

اہم بات

اصلاح معاشرہ کے لیے دور حاضرہ میں مذکورہ تینوں طبقہ باہم متنازع ہوچکے ہیں، بہت سارے معاملات میں ایک مولانا پیر پر الزام عائد کرتا ہے، جبکہ پیر مولوی پر، جبکہ تبلیغ کے واسطے ہم سب ایک ہی پلیٹ فارم پر ہیں پھر نہ جانے یہ فاصلہ کس نے اور کیوں کیا، ایک بات یہ بھی ہیکہ اب شیخ بہتر عالم نہیں ہوتے پھر مولوی بھی عمل سے خالی ہوتے ہیں، زبان و بیان میں اثر نہیں ہے، نہ جانے یہ سب کب تک چلتا رہیگا، ارباب حل وعقد کو ہر علاقہ کی خانقاہوں کو اس کے ماتحت سارے مساجد اور ائمہ کو جوڑ کر رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسٹیج

اسٹیج پر پیروں کا قبضہ ہے مولوی کی بھی اسٹیج پر حوصلہ افزائی ہونی چاہیے، تب یہ رسہ کشی ختم ہوگی، ایسے ہم شعرا کی بڑی مذمت کرتے ہیں کہ شعرا ایسے کرتے ہیں ویسے کرتے ہیں، جبکہ اس طرح کی تنقید خطیب پر بھی روا ہے، مجلس میں کسی چیز پر بیان کرنے یا کسی معاملے میں حالات کا اعتبار نہیں بس کھڑے ہوئے شروع ہوجاتے ہیں۔

ایسا نہیں ہونا چاہیے تبلیغ دین کے واسطے ہمارا ایک شعبہ آج کئی شعبوں میں بدل چکا ہے پیر کی نہج الگ، مولوی کا رویہ مختلف، شعرا کے معاملات بھی الگ، نہ جانے یہ سب کب تک چلتا رہے گا؟۔

☆☆☆

حالاتِ حاضرہ

جمہوریت کا قاتل کون؟

ازقلم: مولانا انصار مصباحی [اتر دیناج پور، بنگال]

پولیس نے محمد الطاف کو گرفتار کیا۔ الزام تھا، وہ ایک لڑکی کو لے کر فرار ہو رہا تھا۔ دوسرے دن بھلے چنگے نوجوان کی لاش ملی۔ اسے حراست میں پیٹ پیٹ کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ پولیس نے صفائی پیش کی، ملزم نے ٹوائلیٹ کی دو فٹ اونچی ٹونٹی سے لٹک کر خودکشی کر لی ہے؛ شاملی ضلع، اتر پردیش کے محمد صلاح الدین کو یوپی پولیس نے 1995ء میں چار کارتوس رکھنے کے جرم میں گرفتار کیا، 1999ء میں چارج شیٹ داخل ہوئی، اب 26 سال بعد، ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے وہ بری ہو گئے ہیں۔ اس دوران اس نے 250 سے زائد تاریخوں میں کورٹ حاضر ہوئے، اپنی اور خاندان کی ساری پونجی اسی کورٹ کا چکر لگاتے لگاتے ختم ہوگئی؛ عین اس وقت، جب حریف ملک کی جیت کے اسٹیٹس لگانے والوں کو پولیس ڈھونڈ ڈھونڈ کر گرفتار کر رہی تھی، تریپورہ کی مسجدوں سے شعلے نکل رہے تھے، مسلمانوں کی دکانیں جل رہی تھیں، بچے پس رہے تھے، عورتیں، بوڑھے اور جوان پٹ رہے تھے، اور عین اسی وقت احتجاج کر رہے کئی لاچار کسانوں کو اپنی گاڑی سے کچل کر ہلاک کر دینے والا لیڈر آزاد گھوم رہا تھا؛ بالواسطہ یا بلاواسطہ ملک کو سالانہ کئی سو کرور کی رقم فراہم کرنے والے مشہور اسٹار کے بیٹے کو نشے کی شبہ میں گرفتار کر لیا جاتا ہے، کئی ہفتوں کے بعد کوئی ٹھوس ثبوت نہ ملنے پر بری کر دیا جاتا ہے۔ ان سب کا ایک ہی قصور تھا، یہ لوگ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں "مسلمان" پیدا ہوئے تھے۔

اس جمہوریت میں پہلو خان، محمد اخلاق، تبریز انصاری، حافظ جنید، اسد عالم، DSP ضیاء الدین، محسن شیخ، نجیب عالم سمیت درجنوں ہندوستانیوں کو بھیڑ بنا کر سر عام پیٹ پیٹ کر ہلاک کر دیا جاتا ہے، یا آواز اٹھاتے اٹھاتے وہ اچانک غائب ہو جاتے ہیں۔ انھیں موت سے پہلے ایک مخصوص مذہب کے مذہبی نعرے لگانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور دیکھو! اسی جمہوریت میں کبھی کہیں پر ایک تاریخی مسجد ہوا کرتی تھی، غنڈوں کی بھیڑ نے، سرکار کی پشت پناہی میں اسے بڑی بے دردی اور اہانت سے شہید کر دی۔ مقدمہ بیسوں سال زیر التوا رہا۔ شدید انتظار کے بعد برسر اقتدار حکومت کے زیر اثر کورٹ کا فیصلہ کچھ یوں آیا:

مسجد کے کھنڈرات میں مندر ملنے کے کچھ شواہد موجود نہیں، (پر مسجد کی جگہ رام مندر ہی بنے گا)؛

بابری مسجد توڑنے والے مجرم ہیں، (پر ان کی گرفتاری کب ہوگی، ان مجرموں کی سزا کیا ہے، سب سے بڑی جمہوریت کی سب سے عظیم عدالت خاموش)

نومبر 2021ء کے آخر میں دو اندوہناک خبریں آئیں؛ کھانے پر ہاتھ لگانے کی وجہ سے ایک سیاسی لیڈر نے غریب دلت کا ہاتھ کاٹ ڈالا، نل سے منہ لگا کر پانی پیا تو برہمن نے ایک دلت کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی۔ یہ وہ واقعات ہیں جو سر دست ذہن کے نہاں خانے سے جھانکنے لگے ہیں؛ ورنہ اس آزاد بھارت میں تو۔

"ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے"

اس جمہوریت میں احتجاج کرنے والوں کو گھروں میں

گھس کر مارا جاتا ہے، ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والے طلبہ کے ہاسٹل میں گھس کر گولیاں چلائی جاتی ہیں۔ یہاں کوئی مسلمان ہے تو اسے پولیس کی حراست میں جانے کے لئے کسی جرم کی ضرورت نہیں؛ فقط شک یا شبہ کی بنیاد پر جیل ہوسکتا ہے، بلکہ سزا بھی ہوسکتی ہے۔ مشہور سوشل ایکٹیوسٹ علی سہراب کا کاونی نے ٹھیک کہا ہے: "اگر آپ مسلمان ہیں تو کارتوس نہ رکھنے کی بھی 26 سال سزا ہوسکتی ہے"۔

اس دستوری سیکولر جمہوریت کی اور مثالیں لیجیے!

شرجیل امام، میران حیدر، شاہ رخ پٹھان 600 سے زائد دنوں سے جیلوں میں بند ہیں؛ خالد سیفی اور عشرت جہان 500 سے زائد دنوں سے اور عمر خالد 400 سے زائد دنوں سے جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔ یہ اپنے دوست و احباب، خویش و اقارب اور دنیاوی ضروریات سے دور، قید و بند کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور قاتل اور دہشت گرد آج ملک کے اعلی عہدوں پر فائز ہیں۔ اِن لوگوں کا جرم بس یہ ہے کہ انھوں نے جمہوریت کو ڈسنے والے کوبروں سے دنیا کو آگاہ کیا تھا، CAA اور NRC کی مخالفت کی تھی۔

ہم بھارت کی عوام ایک ایسی جمہوریت میں رہتے ہیں، جہاں محلے مذہب کے نام پر بسائے جاتے ہیں، مذہب کے نام پر قانون بنتے ہیں، دین پوچھ کر شہریت دی جاتی ہے، مذہب کے نام پر اساتذہ کا انتخاب ہوتا ہے؛ یہاں میڈیا کھلے عام ایک مخصوص مذہب کو نشانہ بناتی ہے، ایک مخصوص فرقہ، جس کے تعلق سے جھوٹ، افواہ، دغا اور دجل سب جائز اور درست ہیں۔

اس جمہوریت میں آپ کا مسلمان یا دلت ہونا ہی جرم ہے، پھر اگر فساد ہوا تو آپ کی دکان چاہے جس کونے میں ہو، جلے گی ضرور، فساد کے بعد پولیس آپ کو ضرور اٹھائے گی، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ نے فسادات کے دوران کتنے برادران وطن کو پناہ دیا تھا، یہ پناہ کڈنیپ میں تبدیل ہوجائے گی، آپ نے کسی بھوکے کو کھانا پانی تقسیم کیا تو یہ راشن طلسماتی طور پر اوزار اور ہتھیاروں میں تبدیل ہوجائے گا۔ فلیٹ لینا ہو تو سب سے پہلے آپ کا مذہب پوچھا جائے گا، آپ سرکاری نوکری پر بحال ہیں تو عصبیت کا شکار ہونا فطری ہے۔ آپ اپنی مرضی کا کھانا نہیں کھا سکتے، اپنی مرضی کا پہن نہیں سکتے؛ بلکہ آپ یہاں اپنی مرضی سے خوشیاں بھی نہیں منا سکتے۔

جمہوریت کیا ہے؟

اس سے پہلے کہ میں معلوم کروں، جمہوریت کا قاتل کون ہے؟ پہلے یہ جانتے ہیں کہ جمہوریت کیا چیز ہے؟

جمہوریت کا مطلب ہے عوام کی حکومت۔ کسی بھی جمہوریت میں عوام کی رائے کو کسی نہ کسی طرح دخل ہوتا ہے۔ عوام کی رائے سے قانون بنتے ہیں؛ پھر اسی قانون کے خطوط پر ریاست چلتی ہے۔ دنیا کی قدیم ترین جمہوریت کی ماں بھارت ہی ہے۔ 100 سال قبل مسیح میں، گوتم بدھ سے پہلے ہند میں جمہوریت نافذ العمل تھی۔

ہمارا ملک بھارت، 15، اگست/ 1947ء کو انگریزوں کے ناجائز تسلط سے آزاد ہوا۔ بھارت کی "مجلس دستور ساز" نے آئین ہند (भारत का संविधान) کو 26، نومبر/ 1949ء میں تسلیم کیا اور 26، جنوری/ 1950ء کو عوام پر نافذ کیا۔ دستور ہند، Givernment of India Act 1935 کو بدل کر بنایا گیا تھا۔ دستور ہند کے پہلے صفحے پر "تمہید" یا "Preamble" میں صاف صاف لکھا ہے:

"WE, THE PEOPLE OF INDIA,
having solemnly resolved to
constitute India into a SOVEREIGN
SOCIALIST SECULAR
DEMOCRATIC REPUBLIC and to
secure to all its citizens:

economic and , social,JUSTICE

political

, expression,LIBERTY of thought

faith and worship,belief

EQUALITY of status and of

and to promote among opportunity

them all

FRATERNITY assuring the dignity of

the individual and the unity and

."integrity of the Nation

ترجمہ: ہم بھارت کی عوام متانت اور سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو ایک مقتدر سماج وادی، غیر مذہبی، عوامی جمہوریہ بنائیں؛ اور اس کے تمام باشندگان کے لئے سماجی، سیاسی اور معاشی انصاف حاصل کریں؛

عبادت، اظہار خیال، عقیدہ اور دین میں سب کو آزادی ملے؛ آزادی باعتبار حیثیت و موقع، اور ان سب میں اخوت کو ترقی دیں، جس سے فرد کی عظمت، قوم کا اتحاد اور سالمیت قائم رہے۔

اب اصل عنوان کی طرف آتے ہیں! 2014ء میں بی جے پی کو حکومت بنانے میں کامیابی ملی تو بھگوا تحریک آر ایس ایس کو نئے بال و پر مل گئے۔ سنگھ پریوار (تمام شاخوں کے ساتھ) کا نظریہ ہمیشہ سے جمہوریت مخالف اور ملک کے مفاد کے خلاف رہا، 1927ء سے اب تک اس تحریک کا ایک ہی مقصد رہا ہے، یعنی سیکولر بھارت کو ایک "ہندو راشٹر" بنانا۔ بھارت کی جمہوریت انھیں سوئی کی طرح چبھوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کی آزادی میں بھی اس تحریک کا کوئی خاص کردار نہیں رہا ہے۔ آر ایس ایس نواز بی جے پی کی حکومت بنی تو یہ تحریک اپنے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے ہاتھ پاوں مارنا شروع کردی۔ بھارت کا سمویدھان ان کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ تھی، آخر یہ جمہوریت ہی سے چن کر آئے تھے، اسی دستور ہند کی جڑیں کھوکھلی کرنی شروع کردی۔ سمویدھان کے متضاد قانون بنوائے، اور عملا اس کے نفاذ کا آغاز بھی کیا۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے، آر ایس ایس کی آلہ کار زعفرانی پارٹی جب جب اپنے ناپاک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قدم آگے بڑھاتی ہے، آسمانی بلائیں، خدا کا کوڑا بن کران پر برس پڑتی ہیں۔ بھارت سے جمہوریت ختم کرنے کے منصوبے کی تکمیل کی شروعات بی جے پی نے شروع کردی ہے۔ ملک سے ایک ایک اسلامی نام مٹایا جا رہا ہے، شہروں کے اسلامی نام بدلے جارہے ہیں، نصاب تعلیم میں تبدیلی جاری ہے، بھارت کی نئی بھگوا تاریخ لکھی جا رہی ہے، دستور اور آئین کی بولی بولنے والوں کو قید کیا جارہا ہے۔

قارئین! اب آخر میں ہم اس کے ذمے دار تلاش کرتے ہیں! جمہوریت کو نوچ نوچ کر اسے خارش زدہ کرنے کے اصل ذمہ دار کون ہے؟

کھلے لفظوں میں سنیے! برسر اقتدار پارٹی کے ساتھ ساتھ، لاچار اپوزیشن اور گنگا جمنی تہذیب کا پرفریب گھونٹ پلا کر قوم کو بانجھ کرنے والے "مصنوعی سیکولر"، ہمارے مفاد پرست، سوداگر اور ہوا پرست مسلم لیڈران اور میر صادق و میر جعفر قسم کے علمائے سوء، سب برابر کے ذمے دار ہیں۔ ایک بات یاد رکھیے! بھارت سیکولر جمہوریہ ہے اور رہے گا۔

"پڑے خاک ہو جائے جل جانے والے"۔

انصار احمد مصباحی،

خادم جماعت رضائے مصطفیٰ، اتر دیناج پور، مغربی بنگال

aarmisbahi@gmail.com/ 9860664476

آئینۂ ایام

مسلم سائنس دانوں کے کردار

مولانا اسلم رضا میمن [پاکستان]

اسلام میں سائنس کا تصور اور دورِ حاضر کی سائنسی ترقی

موجودہ دَور سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی (Scientific Progress and Technology) کا دَور ہے، آئے دن مختلف اور حیران کُن اِیجادات (Inventions) ہورہی ہیں، ان اِیجادات کی بدَولت فاصلے سمٹ رہے ہیں، دنیا ایک گلوبل ولیج (Global Village) بن چکی ہے، دنیا کے ایک سے دوسرے کونے میں رابطہ کرنا انتہائی آسان ہوگیا ہے، سائنس اور ٹیکنالوجی (Science and Technology) کی بدَولت ذرائع اِبلاغ اس قدر ترقی کر چکے ہیں، کہ دنیا بھر میں رُونما ہونے والے اہم واقعات اور خبریں آپ براہِ راست اپنے موبائل فون یا ٹی وی سیٹ پر دیکھ سکتے ہیں۔

کینسر (Cancer)، تپِ دِق (TB)، ہیپاٹائیٹس (Hepatitis)، ذیابیطس (Diabetes)، ہارٹ اٹیک (Heart Attack) جیسی خطرناک بیماریوں کا علاج دریافت ہوچکا ہے، ہر مشکل سے مشکل آپریشن (Operation) بآسانی کیا جارہا ہے، جو لوگ آنکھوں میں موتیا (Cataract) اتر آنے کے باعث بصارت سے محروم ہو چکے تھے، ان کی آنکھوں کے کامیاب آپریشن کیے جارہے ہیں، ناگہانی آفات یا حادثات کے باعث جو چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے، مصنوعی اعضاء تیار کر کے انہیں چلنے پھرنے کے قابل بنایا جارہا ہے، ساتھ ہی ساتھ جنگی صورتحال سے نپٹنے، اور طاقت کے توازُن کو برقرار رکھنے کے لیے، جدید ٹیکنالوجی سے لیس خطرناک اور مُہلک ہتھیار بھی تیار کیے جا رہے ہیں۔

سائنسی ترقی کی بدَولت حج، عمرہ یا تجارت کی غرض سے اونٹوں، گھوڑوں اور بحری جہاز پر مہینوں سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے والوں کے لیے، ہوائی جہاز جیسی سفری سہولیات میسر آچکی ہیں، انٹرنیٹ (Internet) جیسی اِیجاد کے ذریعے گھر بیٹھے دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ یونیورسٹی میں داخلہ لے کر تعلیم کا حصول ممکن اور انتہائی آسان ہوچکا ہے، مختلف موبائل اپلی کیشنز (Mobile Applications) کے ذریعے، آپ صرف ایک کال کرکے اپنی روزمرہ ضروریات کی ہر چیز گھر بیٹھے منگوا سکتے ہیں، یہ سب سہولیات ٹیکنالوجی (Technology) اور سائنسی ترقی کی مرہونِ منّت ہیں، جس سے بلاشبہ کسی طور پر بھی انکار ممکن نہیں۔

اسلامی تعلیمات سے اِعراض:

اس سائنسی ترقی کا دلدادہ ہوکر اپنی تہذیب وتمدُن اور مذہبی تعلیمات سے منہ موڑنا، کسی طور پر بھی درست نہیں، یاد رکھیے! بحیثیت مسلمان، سائنس کی صرف وہی توجیہات اور تھیوری (Theory) ہمارے لیے قابلِ قبول ہیں، جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ومُوافق ہوں، اور کسی صورت اسلام سے متصادِم نہ ہوں، اگر کوئی سائنسی تھیوری (Theory) یا تحقیق (Research) اسلامی تعلیمات سے مُطابقت نہ رکھتی ہو، تو اُسے کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ اسلام ایک اِلہامی دِین ہے، جس کا دستور قرآنِ مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے، یہ دستور اللہ رب العالمین کی طرف سے ہمیں عطا کیا گیا ہے، لہٰذا اس میں کسی قسم کی

غلطی کی گنجائش موجود نہیں، جبکہ سائنسی تھیوری (Theory) انسانی سوچ اور فکر کا نتیجہ ہوتی ہے، جس میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں رُونما ہوتی رہتی ہیں، اور اس میں ہمیشہ غلطی کی گنجائش بدرجۂ اَتم موجود رہتی ہے۔

سائنس سے متعلق طبقاتی تقسیم: ہمارا مُعاشرہ سائنس سے متعلق تین 3 مختلف طرح کے طبقات میں بٹا ہوا ہے، ایک طبقہ وہ ہے جو یکسر سائنس کو تسلیم نہیں کرتا، اسلام اور سائنسی نظریات کو باہم متصادِم جانتا ہے، ان کا مَوقف یہ ہے کہ سائنس کی بنیاد عقلِ انسانی پر ہے، اور یہ قوانین تبدیل بھی ہوتے رہتے ہیں، لہٰذا کسی طور پر بھی قرآنِ کریم کا سائنس سے مُطابقت دکھانا درست نہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو سائنس کا اس قدر حامی ہے، کہ تمام اسلامی تعلیمات کو کھینچ تان کر، سائنس کے مُطابق بنانے کی کوشش میں لگا ہے، جبکہ تیسرا طبقہ وہ ہے جو سائنس کی صرف ان توجیہات کو قبول کرتا ہے، جو قرآن وسُنّت کے مُطابق ہیں، اور جو سائنسی تحقیقات، نظریات اور توجیہات اسلامی تعلیمات سے متصادِم ہیں، انہیں یکسر مسترد کر دیتا ہے۔

اوّل الذِکر دونوں طبقات اِفراط وتفریط کا شکار ہیں، جبکہ تیسرا طبقہ انتہائی معتدِل سوچ کا حامل ہے، اور ایک حقیقی مسلمان کی سوچ ایسی ہی ہونی چاہیے۔

قرآن اور سائنس کا باہمی مُوازنہ کرنے والوں کو یہ بات ہر گز نہیں بھولنی چاہیے، کہ قرآنِ پاک کوئی سائنس (Science) کی کتاب نہیں، بلکہ اللہ کی کتاب ہے، اس لیے سائنس کے صرف انہی نظریات کو قبول کیا جائے گا، جو دینِ اسلام کے مُطابق ہوں، بصورتِ دیگر انہیں رَد کر دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ فزکس (Physics) کے مشہور نوبل انعام یافتہ سائنس دان ''البرٹ آئن سٹائن'' (Albert Einstein) کا یہ مشہور قول کہ '' سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے، اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے'' کلی طور پر ایک مسلمان کے لیے ہرگز قابلِ قبول نہیں، کیوں کہ سائنس کی حُدود وقُیود متعین کرنے کے لیے مذہب کی ضرورت تو بہرصورت ہے، لیکن مذہب کو اپنی حقّانیت ثابت کرنے کے لیے سائنس کی ضرورت ہرگز نہیں۔

امامِ اہلِ سُنّت امام احمد رضا سائنس سے متعلق مسلمانوں کو اِفراط وتفریط کا شکار ہونے سے بچنے، اور اسے قابو کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونُصوص میں تاویلات دُوراَزکار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو (معاذ اللہ) اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام! وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے، سب میں مسئلۂ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائلِ سائنس کو مردود وپامال کر دیا جائے، جابجا سائنس ہی کے اَقوال سے اسلامی مسئلہ کا اِثبات ہو، سائنس کا اِبطال واِسکات ہو، (سائنس) یوں قابو میں آئے گی!''

اسلام میں سائنس کا تصوّر

جہاں تک قرآن مجید میں چُھپے سائنسی عُلوم وحقائق ومُعارف کی بات ہے، تو اس سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ اللہ رب العالمین کے فرمانِ مبارک: ﴿تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ﴾ (اس قرآن میں) ہر چیز کا روشن بیان ہے! کا یہ بھی ایک مفہوم ہے۔

حضرت ابوبکر بن مُجاہد نے ایک روز فرمایا، کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں، جو کتاب اللہ میں مذکور نہ ہو، اس پر کسی نے اُن سے کہا کہ مسافر خانوں (Passenger Compartment) کا کہاں ذکر ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس آیتِ مبارکہ میں: ﴿لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ مَسۡکُوۡنَۃٍ فِیۡہَا مَتَاعٌ لَّکُمۡ﴾ اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ، جو خاص کسی کی سکونت کے لیے نہیں، اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے!

گردشِ شمس سے متعلق بدلتی سائنسی تحقیقات اور اسلامی نظریہ

سورج ساکن ہے یا متحرک؟

اس بارے میں سائنس دانوں نے ہزاروں سال تک مختلف نظریات اپنائے،تقریباً پانچ سو 500 سال قبلِ مسیح میں، مشہور ہیئت داں (Astronomer)اور فلاسفر فیثا غورث (Pythagoras) کی تحقیق یہ تھی کہ سورج ساکن ہے،اورزمین سمیت دیگر تمام سیارے اس کے گرد،گردش کررہے ہیں،پھر140ء میں یونان کے فلاسفر بطلیموس نے اس نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ زمین ساکن ہے،اورسورج اس کے گردحرکت کررہاہے،یہ وہ نظریہ تھا جو اِس سے قبل کسی دَور میں اَرسطوبھی پیش کر چکا تھا،اَرسطو اوربطلیموس کا یہ نظریہ اٹھارہ سوسال تک دنیامیں مشہورومقبول رہا۔بعد ازاں یورپ کے ایک سائنسدان کوپرنیکس(Copernicus) نے یہ نظریہ اپنایا کہ’’سورج متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے،اور ہماری زمین اپنے محور کے گردبھی گھومتی ہے،اورسورج کے گردبھی سال بھر میں ایک چکر لگاتی ہے‘‘اٹلی کے ہیئت داں(Astronomer) گلیلیو(Galileo)اور نیوٹن(Newton)وغیرہ بھی اسی نظریے کے حامی تھے۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ!1915ء میں قدم بقدم ٹھوکریں کھاتی سائنس کا نظریہ ایک بار پھر تبدیل ہوا،اورمشہور سائنسدان اَلبرٹ آئن سٹائن(Albert Einstein)نے نظریۂ اِضافیت (Theory of Relativity) پیش کیا۔ اس تھیوری (Theory) کی رُو سے تمام اَجرامِ فلکی (Celestial Bodies)خواہ ستارے ہوں یاسیّارے،وہ گردش میں ہیں،اور آج جدید سائنس کا نظریہ یہی ہے کہ سورج متحرک ہے،اورآٹھ 8 سیّارے اس کے گردمحوِ گردش ہیں،نیزسورج اپنے پورے خاندان (یعنی نظامِ شمسی) سمیت ملکی وے کہکشاں (Milky Way Galaxy)کےمرکزکے گردگھوم رہاہے۔

میرے محترم بھائیو! گردشِ شمس سے متعلق جونظریہ جدید سائنس نے آج اپنایا ہے،مذہبِ اسلام نے اُسے چودہ سوسال قبل بیان فرمایا،اورآج تک اسی نظریے پر قائم ہے،ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾

وہی ہے جس نے رات دن بنائے،اورسورج اور چاند،ہر ایک،ایک گھیرے(مدار)میں پیر(تیر)رہاہے!۔

دردمحسوس کرنے والے خَلیے اورقرآنِ پاک: پہلے پہل یہ خیال کیا جاتا تھا،کہ درد کا احساس صرف دماغ پر ہوتا ہے،لیکن جدید سائنسی تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے،کہ جِلد(Skin) میں درد محسوس کرنے والے خَلیے ہوتے ہیں، جنہیں درد کے آخذے (Receptors) کہا جاتا ہے،یہ آخذے(خَلیے)اگرزندہ ہوں تو زخم لگنے پرانسان کو دردمحسوس ہوتا ہے،اوراگر یہ مرجائیں توانسان کو کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔یہی وجہ ہے کہ اگرکوئی شخص آگ میں جل کر زخمی ہوجائے،تو ڈاکٹر صاحبان معائنہ کرتے وقت اس کے زخموں میں سُوئی چبھوکر یہ چیک کرتے ہیں،کہ اسے درد محسوس ہوتا ہے یا نہیں؟اگر مریض دردمحسوس کرے تواس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے درد کے آخذے زندہ ہیں،اورزخم زیادہ گہرے نہیں ہیں۔اوراگر مریض کو دردمحسوس نہ ہوتو اس کا مطلب یہ ہے کہ زخم زیادہ گہرے ہیں، جن کے باعث درد کے آخذے (Receptors)یاخَلیے مرچکے ہیں۔

درد کے آخذوں کے بارے میں قرآنِ پاک میں اشارۃً یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾

جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکارکیا،عنقریب ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے،جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی، ہم ان کے سِوااَور کھالیں انہیں بدل دیں گے؛تاکہ عذاب کا مزا چکھ

لیں، یقیناً اللہ غالب حکمت والا ہے! یعنی جہنم کی آگ میں جل جانے کے باعث جب ان کی جلد خراب ہو جائے گی، اور درد کے آخذے (Receptors) مرجانے کے باعث انہیں درد محسوس نہیں ہوگا، تو انہیں دوسری کھال دی جائے گی؛ تاکہ انہیں درد محسوس ہو، اور وہ عذابِ الٰہی کا مزا اچھی طرح چکھ سکیں!۔

درد کے آخذوں سے متعلّق تمام تحقیق کا سہرا تھائی لینڈ میں واقع چیانگ مائی یونیورسٹی (Chiang Mai University) کے ڈیپارٹمنٹ آف اناٹونی (Department Of Anatomy) کے سربراہ، پروفیسر ٹیگاتت تیجاسن (Tagatat Tejasen) کے سر ہے، انہوں نے درد کے آخذوں (Receptors) پر تحقیق کرنے میں کافی وقت صرف کیا، جب انہیں یہ بتایا گیا کہ قرآنِ مجید میں اس چیز کا ذکر چودہ سو سال سے موجود ہے، تو پہلے انہیں اس بات پر یقین ہی نہیں آیا، لیکن جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے مذکورہ بالا آیتِ مُبارکہ کو مُلاحظہ کیا، تو وہ دینِ اسلام کی حقّانیت سے بے حد متاثر ہوئے، اور بعد ازاں جب وہ آٹھویں ”طبّی کانفرنس“ (Medical Conference) میں شرکت کے لیے حجازِ مقدّس حاضر ہوئے، تو وہاں انہوں نے سب کے سامنے بلند آواز سے کلمہ طیّبہ پڑھا، اس کانفرنس کا موضوع ”قرآنِ پاک اور سنّت میں سائنسی نشانیاں“ تھا۔

اسلامی دنیا کی چند سائنسی خدمات:

سائنس سے متعلّق قرآن مجید میں اتنی واضح آیات ہونے کے باوجود، ہم لوگ اس مُعاملے میں احساسِ کمتری کا شکار کیوں ہیں؟! ہمارے مسلم نوجوان یہ سمجھتے ہیں، کہ دنیا بھر میں ہونے والی تمام اِیجادات اور سائنسی ترقی کا سارا سہرا صرف غیر مسلموں کے سر ہے! مذہبِ اسلام اس مُعاملے میں بالکل خاموش اور مسلمان سب سے پیچھے ہیں! لیکن درحقیقت ایسا نہیں، ہماری یہ سوچ اور احساسِ کمتری صرف اس لیے ہے، کہ آج ہم قرآنِ پاک سے دُور ہو چکے ہیں، اس کی تلاوت کرنے اور اس میں غور وفکر کرنے کی ہمیں عادت نہیں، ہمیں اس بات سے بھی آگاہی نہیں کہ ہمارے آباء واَجداد نے قرآن وسنّت کی بنیاد پر کیسے کیسے کارہائے نمایاں انجام دیے! اور کیسی کیسی سائنسی اِیجادات کے ذریعے انسانیت کی خدمت انجام دی، اس لیے اگر ہم بھی قرآن وسنّت سے رہنمائی حاصل کرتے تو یقین جانیے! کہ پھر ہماری سوچ کے زاویے کچھ اَور ہوتے!!۔

رَصد گاہوں کا قیام:

آپ احباب کو یہ بات خوب معلوم ہونی چاہیے، کہ جس وقت پورا یورپ جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، اور حصولِ علم کے لیے وہاں ایک بھی یونیورسٹی (University) موجود نہیں تھی، اس وقت اسلامی دنیا زیورِ علم سے آراستہ تھی، لاکھوں لاکھ کتب پر مشتمل ہزاروں لائبریریاں قائم کی جا رہی تھیں، اور مسلمان سائنسدان کائنات کے پوشیدہ رازوں سے
پردہ اٹھانے، اور مختلف نوعیت کی اِیجادات وتحقیقات کے لیے لیبارٹریوں (Laboratories) اور رَصد گاہوں (Observatories) میں مصروفِ عمل تھے۔

تاریخ گواہ ہے کہ یورپ کی سب سے پہلی رَصد گاہ بھی اشبلیہ (اسپین) میں مسلمانوں نے ہی بنائی، یہ رَصد گاہ اسپین کی جامع مسجد کے تین سو 300 فٹ بلند مینارہ، گیرالڈا ٹاور (Geralda Tower) میں قائم کی گئی۔

آکسیڈیشن، بخارات، کرسٹلائزیشن اور عملِ کشید سے متعلق تحقیق: جابر بن حیّان کے نام سے کون واقف نہیں! وہ ایک عظیم سائنسدان تھے، انہیں بابائے کیمسٹری (Father Of Chemistry) بھی کہا جاتا ہے، مشرق سے مغرب تک ہر مسلم وغیر مسلم سائنسدان آپ کی خدمات کا اعتراف کرتا ہے، انہوں نے

آکسیڈیشن (Oxidation)، بُخارات (Evaporation)، کرسٹلائزیشن (Crystallization)، عملِ کشید (یعنی مائع کو بُخارات میں تبدیل کرنے، اور بُخارات کو مائع میں تبدیل کرنے) جیسے کیمیا (Alchemy) کے بنیادی عوامل سے متعلق تحقیق، اور گندھک کے تیزاب (Sulfuric Acid) جیسی اہم اِیجادات کیں ()۔ دوسو سے زائد سرجری آلات کی اِیجاد حضراتِ ذی وقار! ابوالقاسم زَہراوی اَندلُس (اسپین) سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور مسلم سائنسدان گزرے ہیں، انہوں نے دوسو 200 سے زائد سرجری کے آلات ایجاد کیے، یورپ سمیت دنیا بھر میں سرجری کے لیے جو آلات استعمال کیے جاتے ہیں، وہ کم وبیش آج بھی وہی ہیں، جو ابوالقاسم زَہراوی نے ایجاد کیے۔

آنکھ کی فزیالوجی اور اناٹومی سے متعلق تحقیق

اسی طرح ابنِ سینا (Ibn-e-Sina) فزکس (Physics) کا ماہر، وہ پہلا شخص تھا جس نے یہ کہا، کہ روشنی کی رفتار لامحدود نہیں بلکہ اس کی ایک معیّن رفتار ہے، اس نے زہرہ سیّارے (Venus Planets) کو بغیر کسی آلہ کے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا، اس نے سب سے پہلے آنکھ کی فزیالوجی (Physiology) اور اناٹومی (Anatomy) بیان کی، اس نے آنکھ کے اندر موجود تمام رگوں اور پٹھوں کو تفصیل سے بیان کیا، اس نے یہ بھی بتایا کہ سمندر میں پتھر کیسے بنتے ہیں، اور سمندر کے مردہ جانوروں کی ہڈیاں پتھروں کی شکل کیسے اختیار کرلیتی ہیں؟

ایتھانول، اور الکوحل کی اِیجاد:

اپنے وقت کے عظیم طبیب (Doctor) اور سائنسدان ابوبکر محمد بن زکریا رازی نے، جراثیم (Germs) اور انفیکشن (Infection) کے مابین تعلق معلوم کیا، جو میڈیکل ہسٹری (Medical History) میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے علاوہ ایتھانول (Ethanol) اور الکوحل (Alcohol) جیسی اہم اِیجادات بھی انہی کی مرہونِ منت ہیں۔

آتشی شیشے، کُروی عدسے اور دنیا کے سب سے پہلے کیمرے کی ایجاد:

علمِ بصریات (Optics) میں دنیا کی سب سے اہم اور جامع تصنیف "کتاب المناظر" مسلم سائنسدان ابن الہیثم (Ibn al-Haytham) نے تحریر کی، انہوں نے آتشی شیشے (Burning Glass) اور کُروی عدسے ((Spherical Lens بنائے، لینز (لینس) یا عدسوں (Lens) کو بڑا کرنے کی صلاحیت کی تشریح کی، عدسوں سے متعلق آپ کی تحقیق کی بنیاد پر یورپ میں مائیکروسکوپ (Micro Scope) اور ٹیلی سکوپ (Tele Scope) کی اِیجاد ممکن ہوئی۔

دنیا کا سب سے پہلا پِن ہول کیمرہ (Pin Hole Camera) بھی انہی کی ایجاد ہے، اس سلسلے میں انہوں نے اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے کہا، کہ روشنی جس سوراخ سے تاریک کمرے کے اندر داخل ہوتی ہے، وہ سوراخ جتنا چھوٹا ہوگا، تصویر (Picture) بھی اتنی ہی عمدہ بنے گی۔ اسی طرح دنیا کا سب سے پہلا کیمرہ آبسکیورہ (Camera Obscura) بھی مسلم سائنسدان ابن الہیثم ہی کی ایجاد ہے۔

دنیا کے سب سے پہلے پلینی ٹیریم کی ایجاد: دنیا کا سب سے پہلا پلینی ٹیریم (Planetarium) اسپین کے مسلم سائنسداں عبّاس ابنِ فرناس نے قُرطبہ میں نویں صدی عیسوی میں بنایا، یہ شیشے کا تھا، انہوں نے اس میں آسمان کی پروجیکشن (Projection) اس طور سے کی، کہ ستاروں، سیّاروں، کہکشاؤں کے علاوہ بجلی اور بادلوں کی کڑک بھی سنائی دیتی تھی۔

یورپ سے سات سوسال قبل گھڑیوں کی ایجاد:

جرمنی میں گھڑیاں 1525ء، اور برطانیہ میں 1580ء میں بننا شروع ہوئیں، جبکہ اسلامی دنیا میں یورپ سے سات سو700 سال قبل گھڑیوں کا استعمال عام ہو چکا تھا، خلیفہ ہارون الرشید کا انتقال تقریباً 809 عیسوی میں ہوا، انہوں نے اپنے دَور میں اس وقت فرانس کے شہنشاہ شارلیمان کو ایک واٹر کلاک (Water Clock) تحفے میں دیا تھا۔

الجبرا اور ہندسوں کا استعمال:

الجبرا ریاضی سے متعلق ایک ایسا علم ہے، جو آج بھی شاملِ نصاب ہے، الجبرا (Algebra) پر دنیا کی پہلی کتاب ''الکتاب المختصر فی حساب الجبر والمقابلۃ''

مشہور عراقی سائنس داں محمد بن موسیٰ خوارزمی نے لکھی انھوں نے اس کتاب میں ۱ سے ۹ اور صفر کے اعداد بھی پیش کئے، اس سے پہلے لوگ ہندسوں کے بجائے حروف کا استعمال کرتے تھے۔

مذکورہ بالا کتاب انگریزی میں ''

The Compendious Book on Calculation by Completion and Balancing'' کے نام سے معروف ہے!۔

اُصطرلاب کی اِیجاد:

ابو اسحاق زرقلی اَندلُس کے مانے ہوئے اسٹرونا میکل آبزرور (Astronomical Observer) تھے، انہوں نے ایک خاص اُصطرلاب (Astrolabe) ''الصفیحہ'' کے نام سے بنایا، جس سے سورج کی حرکت کا مشاہدہ کیا جا سکتا تھا، انہوں نے اس اُصطرلاب (Astrolabe) پر ایک آپریٹنگ مینوئیل (Operating Manual) بھی تحریر کیا، جس میں اس سائنسی حقیقت کا انکشاف کیا، کہ آسمانی کُرے بَیضوی مدار (Elliptical Orbit) میں گردش کرتے ہیں، یہی انکشاف صدیوں بعد غیر مسلم سائنسدان کیپلر (Kepler) نے کیا۔

تارپیڈو (Torpedo) کی اِیجاد اور راکٹ کا ڈایاگرام: بحری جہازوں پر حملے کے لیے استعمال ہونے والا تارپیڈو (Torpedo) بھی، پندرہویں صدی عیسوی کے مسلمانوں کی ہی ایجاد ہے۔ اس کے علاوہ محققِ شام حسن الرماہ نے ملٹری ٹیکنالوجی (Military Technology) پر 1280ء میں ایک شاندار کتاب لکھی، اس کتاب میں انہوں نے راکٹ (Rocket) کا ڈایاگرام (Diagram) بھی پیش کیا، اس راکٹ کا ماڈل امریکہ کے نیشنل ایئر اینڈ سپیس میوزیم (National Air and Space Museum) واشنگٹن (Washington) میں موجود ہے، مزید برآں یہ کہ اس کتاب میں گن پاؤڈر (Gun Powder) بنانے کے اَجزائے ترکیبی بھی دیے گئے ہیں۔

المختصر یہ کہ مسلمان سائنسدانوں کی سائنسی خدمات کی فہرست اس قدر طویل ہے، کہ اُن سب کا اِحاطہ اس مختصر سی تحریر میں ممکن نہیں، چند اِیجادات بھی صرف اس نقطۂ نظر سے ذکر کی گئیں، کہ ہم احساسِ کمتری کے خول سے باہر نکلیں، اور اپنے اَسلاف کے شاندار ماضی سے آگاہ ہو کر اُن کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے، اَغیار کی محتاجی سے بچ کر، خود نئی دریافتوں اور اِیجادات کی جستجو میں، دیگر اقوام سے آگے بڑھ کر، ملک وملت اور اَقوام عالم کی بھرپور خدمت سرانجام دیں!!۔

ایجادات

بہار کی اردو صحافت: ایک جائزہ

از: مولانا صابر رضا رہبر مصباحی [پٹنہ]

۞۞۞۞۞

انسانوں کو ذہنی ،فکری اور جسمانی غلامی سے پروانۂ نجات دلانے میں صحافت نے ہر عہد میں موثر اور فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔صحافت اپنی تاریخ کے روز اوّل سے ہی عوامی جذبات اور ہم عصر حالات کی ترجمانی کرتی رہے اور ایک صحت مند سماج کی تشکیل میں معاون و مددگار ثابت ہوئی ہے۔ہم عصر سماج کی صحیح عکاسی اور ان کی خامیوں کو مثبت پیرائے میں اجاگر کرکے موافق ماحول سازی صحافت کا وطیرہ رہا ہے۔صحافت کا تعلق چوں کہ براہ راست عوام سے ہے اس لئے اسے عوامی خدمت کا ایک بہتر وسیلہ بھی کہا گیا ہے۔

سید اقبال احمد قادری کے بقول ہم عصر سماج میں تغیر وتبدل کی ذمہ داری بھی صحافت ہی کی ہے(۱)۔صحافی سماج کا نہ صرف نمائندہ ہوتا ہے بلکہ وہ جواب دہ نقاد بھی ہوتا ہے۔جبکہ جناب سرفراز آرزو(۲) کی زبان میں عجلت میں لکھی جانے والی تاریخ کا نام صحافت ہے۔مختصر لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اپنے گردونواح کے حالات کے گہرے مطالعہ کے بعد عوامی وملکی مفاد کی ترجمانی کرنا صحافت ہے۔اور یہ سب اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب اخبار اور صحافی دونو ں بغیر کسی دباؤ اور مصلحت پسندی کے حقیقت نگاری اور ہم عصر حالات کی صحیح عکاسی کا فریضہ انجام دیتا رہے۔ماضی بعید وقریب کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ سچائی لکھنے اور چھاپنے کے جرم میں صحافیوں کو دارورسن سے گزرنا اور پابند سلاسل و مشق ستم بننا پڑا۔اردو میں ایسے صحافیوں اور اخبارات کے مالکان کی لمبی فہرست ہے۔

ہندوستان میں اردو کا پہلا اخبار ۲۷ ؍مارچ ۱۸۲۲ء میں جام جہان نما کے نام سے کلکتہ سے شائع ہوا،اس وقت بہار مغربی کا بنگال کا ہی حصہ تھا جبکہ بہار میں اردو صحافت کا آغاز نور الانوار آرہ سے ہوتا ہے جو ۱۸۵۳ء میں شائع ہو(۳)ا۔آزادی سے قبل کے اخباروں میں بے باکی ،حقیقت نگاری اور مواد ومعیار کے اعتبار سے انڈین کرانیکل پٹنہ(یکم جولائی ۱۸۸۱ء)،اوددھ پنچ اور الپنچ پٹنہ (۵؍فروری ۱۸۸۵ء) کو بڑی اہمیت حاصل رہی۔انڈین کرانیکل سے متعلق مشہور محقق ونقاد قاضی عبدالودود اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ’’ مقالات افتتاحی عموماً بصیرت افروز ہوا کرتے تھے اور بڑی بے باکی سے لکھے جاتے تھے ۔میرے نزدیک اس زمانے کے اردو اخباروں میں شاید ہی کسی کے مقالات افتتاحی کرانکل کے مقالات افتتاحی کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔اس اخبار کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ ہندو مسلمان دونوں کا اخبار تھا(۴)۔

الپنچ انگریزی حکومت اور انگریزوں کا سخت مخالف تھا ،انگریزوں پر طنز وتشنیع کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔اس کا ایک اقتباس ملاحظ ہو:’’انگلش مین کا نامہ نگار بھی نرا گھامڑ رہا جو دل میں آتا ہے اوٹ پٹانگ لکھ مارتا

ہے ۔ اس کا بیان ہے کہ ڈومراؤں کے آس پاس کے باشندے سورج گرہن کو انگریزی اقبال کے زوال کی نشانی سمجھتے ہیں ۔سبحان اللہ ہندیوں کا یہ دماغ کہاں کہ انہیں ایسی پولٹیکل چٹکیاں لیں ۔ہاں! یہ انگریزی سانچے میں ڈھلے ہوئے خیالات البتہ ہوسکتے ہیں'' (۵) ۔

آزادی کے بعد بہار سے متعدد اردو اخبار نکلے اور بند ہوتے گئے ان میں صدائے عام، سنگم، ساتھی، ہمارا نعرہ، اتحاد وطن، ہمارا بہار، راہ رو، عظیم آباد ایکسپریس، قومی آواز اور ایثار کی یادیں آج بھی کسی نہ کسی حد تک زندہ ہیں گرچہ سنگم کے علاوہ سب کے سب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس وقت بہار میں بالخصوص پٹنہ سے درجنوں کی تعداد میں اردو اخبارات نکل رہے ہیں مگر اخباروں کے اس ہجوم میں صحافت کہاں کھڑی ہے، اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔ان میں سے بیشتر کے مالکان وذمہ داران کی صحافتی کمٹمنٹ اور سماجی تقاضوں یا عوامی مفاد سے کہیں کوئی نسبت نہیں ہے، ان کا مکمل انحصار سرکاری اشتہارات اور سیاسی مراعات پر ہے۔اور یہ روش اردو زبان وصحافت دونوں کیلئے سخت نقصان دہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جب صحافت پر سیاست کی چھاپ پڑنے لگتی ہے وہ تجارت کی منڈی بن جاتی ہے پھر اس کا سارا زور عوامی مفاد، سماجی نمائندگی اور جمہوریت کی پاسبانی سے ہٹ کر ہر شکل میں تجوری بھرنے پر صرف ہونے لگتا ہے۔ مجھے اس حقیقت کے اظہار میں کوئی جھجھک محسوس نہیں ہورہی ہے کہ ریاست کے مشہور ومقبول اخبارات بھی کوچہ اقتدار و سیاست کے دست نگر ہوکر اپنی دیانتداری کا سودا کر بیٹھے۔ ان میں وہ اخبارات بھی شامل ہیں جس نے ریاست میں اردو کے مقام ومرتبہ اور اس کے حقوق کی بازیافت کیلئے موثر جدوجہد کیا۔سیاسی دباؤ سے اوپر اٹھ کر حقیقت بیانی ، صداقت پسندی اور عوامی مفادات کی پاسبانی ہر گام مقدم رکھا لیکن پھر جب سیاست کی نذر ہوگیا تو اس کا اسلوب ورنگ یکلخت تبدیل ہوگیا۔

بہار کی اردو صحافت میں صدائے عام اور سنگم کے سرسب سے طویل عرصہ تک جدوجہد کرنے ، اردو کی صحافت کو تاریخ کے بحرانی دور سے نکالنے اور اسی طرح اردو کے حقوق کی جنگ لڑنے اور اس جدوجہد کو کامیابی کی ایک خاص منزل تک پہنچانے کا سہرا ہے لیکن افسوس ان کے بعد آنے والے اخباروں اور صحافیوں نے نہ اس معیار کو قائم رکھا نہ اس جدوجہد کو آگے بڑھانے کا فرض منصبی ادا کیا۔قومی آواز اور ایثار اگرچہ بہار کے افق پر خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل کی مثال ہیں جن کی چمک دمک کے مثبت اور منفی دونوں پہلو ہیں اور ان کا جائزہ لیے بغیر بہار میں اردو صحافت کی تاریخ کے ساتھ کوئی مورخ انصاف نہیں کرسکتا۔ان دونوں اخباروں کے طلوع و غروب کا زمانہ ہی یہاں اردو صحافت کی اس ترقی معکوس کے آغاز کا زمانہ ہے جس کا تصور شاید اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ میں آپ سے ایک مثال پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ آپ کی نگاہوں میں اس اجمال کی تفصیل از خود روشن ہوجائے۔

فاربس گنج میں پولیس کی فائرنگ میں ایک خاتون اور ایک بچہ سمیت تین افراد مارے گئے تھے۔اردو سے زیادہ ہندی پرنٹ والیکٹرانک میڈیا نے ان واقعات کو ترجیح دیا۔میں اس وقت پٹنہ کے ایک اخبار میں ملازم تھا ،آر جے ڈی سپریمو لالو پرساد یادو اپنے حامیوں کے ساتھ بذریعہ کار فاربس گنج متاثرین سے ملاقات کیلئے جارہے

تھے ،میرے نامہ نگار جوان کے قافلہ کے ساتھ حاجی پورتک تھے، کا بیان تھا کہ ان کے قافلہ میں تقریباً پانچ سو گاڑیاں تھیں۔اس سے اندازہ لگانا آسان تھا کہ لالو یادو کے ارریہ پہنچتے پہنچتے ان کے قافلہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد کتنی ہوں گی لیکن اگلی صبح اردواخبارات میں کسی نے صرف لالو یادو کو چیک دیتے ہوئے دو کالم میں تصویر شائع کرکے صحافت کا فرض ادا کردیا تو کسی نے تصویر کے ساتھ ایک کالم کی خبر بھی لگادی۔ جبکہ ہندی اورانگریزی کے اخباروں میں کہیں زیادہ تفصیلی خبر مع تصاویر شائع ہوئی، بعد میں معلوم ہوا کہ اس حرکت کے بدلے میں حکومت نے اردواخباروں کواشتہار کی شکل میں نوازنے کا وعدہ کیا ہے۔

اردوصحافت کی سب سے بڑی کمزوری یہ رہی ہے کہ اس کے مالکان وذمہ داران اخبار کو یا تو خالص مشن کے طور پر نکالا یا پھر خالص تجارت کے مقصد سے،وہ اخبار کو مشن اورصنعت کا سنگم بنانے کے ہنر سے ناواقف رہے۔جس کی وجہ سے ان کی نظر عام بازار کی بجائے حکومتی اشتہاروں پر رہی اور وہ مکمل طور پر سرکاری اشتہاروں پر انحصار کر بیٹھے،نتیجتاً اردواخبارات شعوری وغیر شعوری طور پر حکومت یا اپوزیشن کے ترجمان بن کر رہ گئے۔حالاں کہ مارکیٹ پر اگر تھوڑی سی توجہ دی جاتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ اردو بھی دوسری زبانوں کی صحافت کے شانہ بشانہ کھڑی ہوتی۔

اردواخبار کی عظمت رفتہ کی بازیافت ہوسکتی ہے اورآج ماحول پہلے سے زیادہ سازگار ہے۔آپ خواہ دیکھنا نہ چاہیں، روشنی کی کرنیں موجود ہیں۔ بڑی بڑی کارپوریٹ کمپنیاں اردواخبارات میں سرمایہ کاری کررہی ہیں وہ کامیاب اس لئے ہورہے ہیں کہ سرکاری اشتہارات سے زیادہ بازار پر انحصار کررہے ہیں ۔اگر ریاست کے مقامی اخبارات کے مالکان بھی اس جانب توجہ دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ اردواخبارات بھی ترقی کے بام عروج کو چھو سکیں، ان کا معیار بھی بہتر ہوسکے اور چیتھڑے کہلانے کے طعنے سننے سے بچ جائیں ورنہ ان چھوٹی چھوٹی آوازوں کا دم توڑ دینا ریاست کی لسانی اقلیت کا بڑا خسارہ ہوگا ۔ اردو تب ہی زندہ رہے گی جب اردو لکھنے پڑھنے والوں، اردو کے ادیبوں، قلمکاروں اور صحافیوں کی رگوں میں خون رہے گا۔ آج صحافت بے شک ایک پیشہ اور صنعت بن چکی ہے،آپ اس صنعت میں سرمایہ لگائیں، دولت کمائیں اس میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن خدارا اس کی رگوں سے لہو نہ نچوڑیں۔

☆☆☆

رضویات:

حامد منی انا من حامد

مفتی سلیم نوری بریلی شریف
[استاذ: جامعہ رضویہ منظر اسلام ومدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف]

۞۞۞۞۞

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل علیہ الرحمہ کو اللہ رب العزت نے تین شہزادوں سے نوازا تھا۔(۱) حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ (۲) تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ (۳) تیسرے شہزادے کمسنی ہی میں وصال فرما گئے تھے جن کا نام محمد محمود رضا خاں تھا۔

اعلیٰ حضرت کے اول الذکر دونوں شہزادے اپنے والد گرامی اعلیٰ حضرت کے عکس جمیل، پرتو اور سچے جانشین ہوئے جنھوں نے اہل سنت کی خوب خوب خدمت کی اور مذہب و مسلک کے فروغ میں نمایاں کارنامے انجام دیئے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی موجودہ نسل جو چل رہی ہے وہ بڑے شہزادے اور جانشین حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے چل رہی ہے۔

آپ کی ولادت ماہ ربیع النور ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔اعلیٰ حضرت نے آپ کا نام محمد رکھا اور عرفی نام حامد رضا تجویز فرمایا جس کے اعداد زبر وبینہ کے مطابق ۱۳۶۲ ہوتے ہیں اور یہی حجۃ الاسلام کا سن وصال بھی ہے۔اللہ رب العزت نے آپ کو بیشمار فضائل وکمالات سے نوازا تھا۔آپ حسن سیرت اور حسن صورت کا ایک بے مثال سنگم تھے۔آپ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے علاوہ حضرت سیدی سرکار ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔آپ سرکار نوری میاں علیہ الرحمہ سے مرید بھی تھے اور ان کے قابل افتخار خلفا میں بھی شامل تھے۔اعلیٰ حضرت نے جو بھی علمی، دینی اور مذہبی کارنامے انجام دیئے ان میں حضرت حجۃ الاسلام اپنے والد گرامی کے ممدومعاون رہے۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ بلاشبہ سچے جانشین ثابت ہوئے۔

۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء میں جب سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا تو آپ کی وصیت کے مطابق اس وقت کے جلیل القدر علما، مشائخ، خلفائے اعلیٰ حضرت، سجادگان اور بالخصوص بزرگان مارہرہ مطہرہ نے متفقہ طور پر سرکار حجۃ الاسلام کو خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ کا سجادہ نشین، جامعہ رضویہ منظر اسلام کا مہتمم اور سرکار اعلیٰ حضرت کا جانشین منتخب فرما کر مسند سجادگی پر متمکن کر دیا۔چونکہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیات ہی میں ایک مرتبہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب سرکار محبیٰ کی دعوت پر مصروفیت کے باعث بنفس نفیس تشریف نہ لے جانے کی وجہ سے حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کو ایک خط کے ساتھ روانہ کیا تھا جس میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ

''اگر چہ میں اپنی مصروفیت کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں۔یہ میرے قائم مقام ہیں۔ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی سمجھا جائے۔''

(فتاویٰ حامدیہ ص ۵۱)

ایک وقف نامہ کی رجسٹری میں سرکار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو متولی قرار دیتے ہوئے سرکار اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا تھا کہ ''مولوی حامد رضا خاں پسر کلاں جو لائق، ہوشیار اور دیانت

دارہیں، متولی کر کے قابض ودخیل بحیثیت تولیت کاملہ کردیا''

(فتاویٰ حامدیہ ص ۵۲)

حجۃ الاسلام کے لیے اعلیٰ حضرت کی تحریر کردہ سند جانشینی

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرشد اجازت اور سرکار حجۃ الاسلام کے پیر و مرشد نور العارفین، سلالۃ الواصلین سیدی سرکار ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم، اپنے مخلص علماے دین، عمائد شہر کے مشورے، اس سلسلہ میں کیے جانے والے اپنے استخارے اور ایک رویائے صادقہ (سچے خواب) میں دی جانے والی بشارت کی بنیاد پر اپنے پیرومرشد خاتم اکابر ہند سیدنا سرکار آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مؤرخہ ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ بروز جمعرات کو ایک سند تحریر فرما کر اس کا اعلان فرمایا تھا کہ جس میں سرکار حجۃ الاسلام کو اپنا ولی عہد، اپنے مابعد اپنا سجادہ وجانشین اور جملہ اوقاف کا متولی نامزد فرمایا تھا۔ یہ سند عربی زبان میں ہے جس کا مضمون یوں ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''الحمد لله هادی القلوب وغافر الذنوب وساتر العیوب وکاشف الکروب وافضل الصلاة واکمل السلام علیٰ احب محبوب، مصحح الحسنات، عقیل العثرات شفیع الحوب وعلیٰ اٰله وصحبه وابنه وحزبه عدد النور والستور والطلوع والغروب وبعد۔ فان ربنا تبارک وتعالیٰ هوالحی الذی لا یموت وکل شیئ سواه فلا بد یوماً ان یفوت فسبحٰن الذی قهر عباده بالموت وتفرد بالدوام۔ وکل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذی الجلال والاکرام۔ اری شمس عمری قد تدلت للغروب وآذنت بالرحیل وحسبنا الله ونعم الوکیل۔ أسأله متوسلا الیه بجاه حبیبه الاکرم وعبده وصفیه غوثنا الاعظم صلی الله تعالیٰ علی المصطفی علیه وسلم ان یختم لی بالحسنی علی السنة السنية والدين الاسنی۔ فاطر السمٰوات والارض انت ولی فی الدنیا والاٰخرة توفنی مسلما والحقنی بالصٰلحین۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صٰلحا ترضٰه واصلح لی فی ذریتی۔ انی تبت الیک وانا من المسلمین والحمدلله رب العٰلمین۔ وقد بقیت فی امر استخلافی واجلاس أحد علی مسند أسلافی اقدم رجلا وأخری علما منی بان الامر بالتثبت احری فانی احب سنة ابی بکر و عمر واستعیذ بالله من سنة کسری و قیصر فاستخرت ربی واستشرت ناسا صادقین فی حبی فاشاروا الی ما تری فی اٰخر هذه الحجة وتاید ذلک برؤیا رأیتها فی هذا الشهر الکریم ذی الحجه فما هو الا ان شرح الله لذلک صدری وارجوان یکون فی ان شاء الله رشد امری وحسبنا الله و نعم الوکیل و علیه ثم علیٰ رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التعویل۔ وقد کنت اجزت ولدی الا عز محمدن المعروف بالمولوی حامد رضا خاں۔ سلمه الرحمٰن عن طوارق الحدثان ونوازغ الشیطان وجعله خیر خلف لسلفه الصالحین ووفقه مدة عمره لحمایة الدین ونکایة المفسدین وانه ولی ذلک وخیر مالک والحمدلله رب العٰلمین۔ بجمیع السلاسل والعلوم والا ذکار والاشغال والا وراد والاعمال وسائرما وصلت الی اجازته من مشایخی الاجلاء اولی الافضال وکان ذلک بامر شیخه نور الکاملین، سلالة الواصلین سیدنا السید الشاه ابی الحسین احمد النوری میاں صاحب المارهروی قدس سره النوری والآن متوکلا علی الرحمٰن جعلته ولی عهدی ووارث السجادة القادریة من بعدی واجلسته علیٰ مسند اسلافی وولیته امر اوقافی۔ واسأل ربی وهو حسبی متضرعا الیه بهذا الحبیب

الکریم علیه و علیٰ اٰله افضل الصلاۃ والتسلیم ثم بھٰذاالولی الاکرم سیدنا و مولانا الغوث الاعظم ان یرشده لما یحب ویرضاه و یسدد صورته و معناه ویجعله اهلا لماتولا ہ واٰخرته خیرا من اولاہ۔ اٰمین! اٰمین! یا مجیب السائلین۔اٰمین والحمد لله رب الغلمین۔ وصلی اللّٰه تعالیٰ وبارک وسلم علیٰ هذا الحبیب المرتجی والشفیع المجتبی واٰله و صحبه وابنه وحزبه صلٰوۃ تحل العقد وتحل المدد و تفرج الکرب۔ وترفع الترب وتشرح الصدور وتیسر الاموروالحمد لله العزیز الغفور۔ وکان ذلک یوم عرس سیدی و سندی ومولائی ومرشدی وکنزی و ذخری لیومی وغدی سیدنا السید الشاہ اٰل رسول الاحمدی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه بالرضی السرمدی اٰمین اٰمین والحمدلله رب الغلمین۔ "۱۸ /ذی الحجۃ" الحرام یوم۔ لخمیس ۱۳۳۳ھ من ھجرۃ انفس نفیس صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قاله بفمه ورقمه بقلمه احد کلاب الباب القادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی غفراللّٰه له ماجری منه وما یاتی وحقق امله واصلح عمله اٰمین اٰمین والحمدلله رب الغلمین۔

ترجمه:- ساری خوبیاں اللہ عزوجل کے لیے جو دلوں کا رہنما، گناہوں کا بخشنے والا، عیبوں کا پردہ پوش، غموں کا دور کرنے والا ہے اور سب سے بہتر دُرود اور کامل تر سلام سب پیاروں سے زیادہ پیارے، نیکیوں کے درست کرنے والے، لغزشوں کے دور کرنے والے اور گناہوں کے بخشوانے والے۔ اور ان کے آل و اصحاب، ان کے صاحبزادے اور ان کے گروہ پر بیشمار انوار و اسرار و بے تعداد طلوع و غروب۔ بعد حمد و نعت یقینا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ وہی زندہ ہے جسے موت نہیں اور اس کے ماسواہر ایک شئ کے لیے ایک دن فنا ضروری ہے۔ تو پاک ہے وہ جس نے اپنے بندوں کو موت سے مغلوب کیا۔ اور ہمیشگی سے متفرد ہوا۔ ''زمین میں جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔'' میں دیکھ رہا ہوں اپنے آفتاب عمر کو کہ غروب کے قریب پہنچا اور اس نے کوچ کا اعلان کر دیا۔ ''اور ہمارے لیے کافی ہے اللہ بہتر کام بنانے والا۔'' میں اسی سے مانگتا ہوں اس کے حبیب اکرم کی وجاہت کے وسیلے سے اور اس کے برگزیدہ بندے حضور غوث اعظم کے صدقے میں۔ ''اللہ تعالیٰ دُرود وسلام بھیجے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پھر ان پر۔'' میرا خاتمہ خیر وخوبی کے ساتھ روشن سنت اور بہت درخشاں دین پر کرے۔ ''اے آسمان وزمین کے بنانے والے! تو میرا کام بنانے والا ہے اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے۔ میری ذریت کی اصلاح فرما۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور اس حالت میں کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں اور ساری خوبیاں ہیں پروردگار عالم کے لیے۔'' مجھے اپنی جانشینی اور کسی کو اپنے بزرگوں کی مسند پر بٹھانے کا کام باقی رہا۔ اس میں میں پس وپیش کرتا رہا یہ جان کر کہ اس میں پختگی زیادہ بہتر ہے کیونکہ حقیقتاً میں حضرات شیخین ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کریمہ کو دل سے پیار کرتا ہوں اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ سے قیصر وکسریٰ کی روش سے۔ تو میں نے اپنے رب کریم سے استخارہ کیا اور اپنے سچے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تو انہوں نے مجھے اس طرف اشارہ کیا جو اس سند کے آخر میں دیکھو گے اور اس کی تائید مجھے اس خواب سے ہوئی جو میں نے اس ماہ ذی الحجہ مبارکہ میں دیکھا تو اس کے لیے اللہ نے میرا سینہ کھول دیا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس میں ان شاء اللہ میرے کام کی سچی سیدھی راہ ہے۔ ''اور ہمارے لیے اللہ کافی اور بہتر کام بنانے والا ہے۔'' اور اسی پر پھر اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر

بھروسہ ہے۔

بلا شک میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو (اللہ تعالیٰ اسے اچانک حادثوں ،شیطان کے کوچوں سے محفوظ رکھے اور مولائے کریم اسے سلف صالحین کا بہتر جانشین بنائے اور تمام عمر اسے حمایت دین ورد مفسدین کی توفیق عطا فرمائے۔ بلا شبہ وہی مولیٰ تعالیٰ اس کا مددگار اور بہتر مالک ہے۔ پروردگار عالم ہی کے لیے حمد ہے) تمام سلسلوں ،تمام علوم سارے اذکار واشغال اور اوراد واعمال کی اور ہر اس چیز کی کہ جس کی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہنچی ،اجازت دے چکا تھا اور میرا اجازت دینا ان (حجۃ الاسلام) کے مرشد برحق و شیخ طریقت ،نور الکاملین ،خلاصۃ الواصلین سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ النوری کے حکم سے تھا اور اب میں اپنے مہربان اللہ پر توکل کرتے ہوئے انہیں (حجۃ الاسلام کو) اپنا ولی عہد اور اپنے بعد وارث سجادہ قادریہ بناتا ہوں اور اسے اپنے مشائخ کی مسند پر متمکن کرتا ہوں اور اپنے تمام اوقاف کا متولی بناتا ہوں اور اپنے رب سے گڑ گڑا کر دعا کرتا ہوں اور وہی مجھے کافی ہے بوسیلۂ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ولی مکرم سیدنا ومولانا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ وہ اس کی رہنمائی فرمائے اس چیز کی طرف جو اسے محبوب وپسندیدہ ہے اور اس کے ظاہر وباطن کو سنوارے اور اس کا اہل کرے جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور اس کی دنیا سے آخرت کو بہتر فرمائے۔ الٰہی یوں ہی کر یوں ہی کر! اے مانگنے والوں کی التجا قبول فرمانے والے! قبول فرما اور حمد اللہ کے لیے اور صلوٰۃ و سلام اور اس کی برکتیں حضور پُرنور حبیب مرتجیٰ شفیع مجتبیٰ اور ان کی آل واولاد اور اصحاب اور اس کے گروہ پر صلوٰۃ وسلام جو گرہ کھول دے اور مدد نازل کرے اور غم دور کرے اور رتبہ بڑھائے اور سینے کھولے اور کاموں میں آسانی کرے اور حمد ہے اللہ غالب بخشش فرمانے والے پر۔ یہ اجازت میرے سردار و مرشد برحق ،دریائے رحمت ،آقائے نعمت سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس سراپا قدس (مؤرخہ ۱۸؍ذی الحجہ) کے دن (معرض وجود میں آئی۔) ہے ۔**آمین والحمد لله رب العالمین**۔ ۱۸؍ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ۔

اسے کہا اپنے منھ سے اور لکھا اپنے قلم سے۔ سگ آستانۂ قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں سنی حنفی برکاتی نے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ وآئندہ گناہ بخشے اور اس کی مرادیں برلائے اور اس کے کام بنائے۔ آمین آمین یارب العالمین۔

واضح رہے کہ اس سند کو حضرت مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری مجاز و ماذون سلسلہ عالیہ قادریہ نے ایک تمہید، حضرت حجۃ الاسلام کے تعارف اور اپنے ذریعہ کیے جانے والے اردو ترجمہ کے ساتھ بریلی الیکٹرک پریس بریلی سے شائع فرمایا تھا۔ جس کی مطبوعہ کاپی حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی نے اعلیٰ حضرت کے تلمیذ وخلیفہ حضرت مفتی محمد غلام جان قادری رضوی ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کتب خانہ سے ان کے جانشین اور شہزادے حضرت مولانا محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی سے حاصل فرمائی ہے۔

اسی طرح سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت جب قریب آ گیا تو آپ اپنے سے مرید ہونے والے لوگوں کو سرکار حجۃ الاسلام کے پاس ہی بیعت کے لیے بھیج دیتے چنانچہ اپنے وصال سے صرف ایک جمعہ پہلے ہی اعلیٰ حضرت سے مرید ہونے کے خواہاں حضرات کو اپنے شہزادے سے بیعت کرنے کی تلقین وہدایت اس انداز میں فرمائی:

’’ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، ان کا مرید میرا مرید، ان سے بیعت کرو‘‘ (ایضاً ص ۵۲)

حضور حجۃ الاسلام کی جانشینی کے سلسلہ میں ارشاد فرمائے جانے والے یہ تمام جملے کوئی اتفاقی جملے نہیں تھے بلکہ یہ سب ارشادات طیبہ سرکار اعلیٰ حضرت کے کشف وکرامت کا ایک بے مثال نمونہ تھے۔ کیونکہ آپ کی نگاہ مجددیت ،نظر قطبیت اور آپ

کی قوت کشف و کرامت یہ دیکھ چکی تھی کہ میرے دونوں شہزادگان میں سے میری نسل حامد رضا خاں ہی سے چلے گی اور انہیں کی نسل سے مرکز اہل سنت کے پلیٹ فارم سے دین و مذہب ،مسلک و مشرب ،علوم و فنون ،رشد و ہدایت ،قادریت و برکاتیت ،بیعت و ارشاد پر مشتمل بے مثال قومی و ملی کارنامے انجام دیئے جائیں گے۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے قصیدے ''الاستمداد'' کے اندر سرکار حجۃ الاسلام کی تعریف میں جو شعر ارشاد فرمایا ہے وہ مذکورہ بالا میرے تمام تر دعووں کی تصدیق کا مونھ بولتا ثبوت ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ؎

حامد منی انا من حامد
حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

حامدی رجسٹرڈ وصیت نامہ

آپ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد پوری زندگی خانقاہ رضویہ،درگاہ اعلیٰ حضرت ، رضا مسجد اور منظر اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے۔مگر جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے مذکورہ بالا تمام اوقاف کے لیے ایک رجسٹرڈ وصیت نامہ تیار کیا جس میں آپ نے اپنے بعد اپنے بڑے شہزادے سرکار مفسر اعظم ہند حضرت مفتی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کو اپنا جانشین ،نائب مطلق ،خانقاہ رضویہ کا سجادہ نشین ،منظر اسلام کا مہتمم اور رضا مسجد کا متولی نامزد فرمایا۔چنانچہ اس سلسلہ میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اپنی کتاب ''مفسر اعظم ہند'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حجۃ الاسلام نے اپنے وصال ۱۷/جمادی الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳/مئی ۱۹۴۳ء سے قبل اپنے دونوں صاحبزادگان مفسر اعظم حضرت محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں اور حضرت حماد رضا خاں نعمانی میاں رحمۃ اللہ علیہم کے لیے اپنی خلافت کا اعلان فرمادیا تھا اور اپنی وصیت کے مطابق حضور مفسر اعظم کو اپنا نائب مطلق ،خانقاہ عالیہ رضویہ کا سجادہ نشین اور دارالعلوم منظر اسلام کا مہتمم نامزدہ فرمایا تھا۔''(مفسر اعظم ص ۱۸)

سرکار حجۃ الاسلام کی اسی وصیت کی قدرے وضاحت کرتے ہوئے حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام اپنی کتاب ''جہان ریحان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''۸ ۱۹۳۸ء کی شام کاشانۂ اعلیٰ حضرت ،گھر کے تمام افراد چار پائیوں پر تشریف فرما تھے ،حجۃ الاسلام حامد رضا خاں نے فرمایا: میں نے اپنی وصیت تحریر کرادی ہے۔تمام موجود اہل خانہ ہمہ تن گوش تھے۔آپ فرمارہے تھے''میرے بعد میرا فرزند اکبر محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں اور بعد،فرزند اصغر نعمانی میاں اور اس کے بعد ہمارا سجادہ نشین و متولی ریحان رضا ہوگا''۔زمانہ حیران تھا کہ ریحان رضا ابھی صرف ۴/سال کے ہیں اور حجۃ الاسلام نے ریحان رضا کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خانقاہ کا سجادہ نشین نامزد کردیا''۔

(جہان ریحان)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بخوبی ظاہر ہوجاتا ہے کہ سرکار حجۃ الاسلام نے ان تمام اوقاف کے انتظام و تولیت کے سلسلہ میں سرکار ریحان ملت تک نام بنام اپنی وصیت تحریر فرماکر خانقاہ رضویہ کی سجادگی کا ایک مستحکم ضابطہ اور قانون بھی مرتب فرمادیا تھا۔اس وصیت نامہ کے مطابق ہی آپ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ آگے چلنا تھا۔مگر جب تقسیم ہند کے بعد حضرت مولانا محمد حماد رضا خان عرف نعمانی میاں علیہ الرحمہ جو سرکار مفسر اعظم ہند کے برادر اصغر اور حضور حجۃ الاسلام کے چھوٹے شہزادے تھے انہوں نے پاکستان ہجرت فرمالی اور کراچی ہی میں ان کا وصال بھی ہوگیا تو ہندوستانی قانون کے مطابق وہ خود ہی مذکورہ بالا وصیت سے علحدہ ہوگئے۔

☆☆☆☆

شخصیات:

بہار کی ایک عظیم ہستی کے عظیم کارنامے

مولانا محمد ادریس رضوی مدلمن، دربھنگہ

سورج طلوع رہتا ہے تو سب کچھ نظر تا ہے۔سورج غروب ہونے کے بعد تاریکی چھا جاتی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ سب کچھ پسِ پردہ ہو جاتا ہے۔یہی حال آدمیوں کا ہے۔آدمی حیات میں ہوتا ہے تو لوگ کہتے ہیں یہ آدمی سخی ہے۔ یہ آدمی بہادر ہے۔یہ آدمی بہت پڑھا لکھا ہے۔یہ آدمی بہت دولت مند ہے۔یہ آدمی بہت کتابیں لکھے ہوا ہے۔حیات کا سورج غروب ہونے کے بعد آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے۔کارناموں میں اگر قلعہ ہے تو نظر آتا ہے۔محل ہے تو دکھائی دیتا ہے۔باغ بھی اپنی جانب متوجہ کرتا ہے اور یاد دلاتا ہے کہ یہ فلاں کا لگایا ہوا ہے۔

تحریر شائع ہو چکی ہوتی ہے تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے اور کہتے ہیں فلاں کی فلاں کتاب کہاں ملے گی؟۔کوئی کہتا ہے کولکتہ میں۔کوئی کہتا ہے ممبئ میں۔کئ کہتا ہے اعظم گڑھ میں۔کئ کہتا ہے علی گڑھ میں۔کوئی کہتا ہے پٹنہ میں۔ضرورت مند وہاں تک کا سفر کر کے کتاب حاصل کر لیتا ہے۔لیکن تحریر شائع ہوئے ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہو تو بھی لوگ بھلا دیتے۔کیوں کہ اتنے عرصہ میں تیسری پیڑھی کا دور دورہ ہوتا ہے۔اس بنا پر موجودہ نسل جانتی ہی نہیں کہ فلاح عالم نے کتابیں بھی تحریر کی ہیں۔کتابیں ہمیشہ چھپتی رہتی ہیں تو نسل در نسل، در نسل استفادہ کرتی رہتی ہے۔نہیں تو بھول جاتی ہے۔

ایسی ہی ہستیوں میں تاجدار ترہت حضرت علامہ عبدالرحمٰن محبیؒ علیہ الرحمہ کا شمار ہوتا ہے۔جنھوں نے اپنی حیات میں اپنی تصنیفات و تالیفات کو شائع کروایا۔ ۱۳۵۱ھ میں آپ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔علامہ کے کوچ کرنے کے بعد غالباً آپ کی کتابیں شائع نہیں ہوئیں۔

اِس دور میں لوگوں نے لائبریری سے بھی منہ موڑ لیا ہے۔اس دور میں لوگوں نے اپنا رخ انٹرنیٹ کی جانب کر لیا ہے۔اس کے باوجود کتاب کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے ۔کیوں کہ بہت ساری جگہوں پر نیٹ کے مواددوں کو اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔معلم، مدرس، ڈاکٹر، پروفیسر کے رُوبرو کتابیں چاہیے۔

راقم کا تعلق بھی بہار سے ہے۔ راقم کے استاذ مفتی ابوسہیل محمد انیس عالم قادری علیہ الرحمہ نے بتایا تھا کہ پہلے ہتھیا نچھتر میں جھکڑ لگتا تھا۔لوگ پندرہ بیس دن کے لیے آٹا چاول اور ایندھن کا انتظام کر کے گھر میں رکھ لیتے تھے۔ایک سال بہت زوروں کا جھکڑ لگا یہاں تک کہ لوگوں کا گھر سے نکلنا بند ہو گیا۔مولانا عبدالرحمٰن محبیؒ علیہ الرحمہ پوکھریروی کے مدرسہ ''نورالہدیٰ'' کے طلبہ نے سرکار محبیؒ سے کہا کہ حضور مدرسہ میں چاول ہے مگر دال یا سبزی کچھ بھی نہیں ہے۔سرکار محبیؒ نے فرمایا کہ کاشکاری کے لیے میرا دو بیل ہے ان میں سے ایک کو ذبح کر کے گوشت بناؤ اور کھاؤ۔طلبہ سکتے میں آ گئے کہ حضرت شاید ہم لوگوں پر طنز کر رہے ہیں۔ یہ سوچ کر سر جھکائے ہوئے طلبہ کھڑے تھے۔سرکار محبیؒ نے فرمایا کیا سوچتے ہو؟ جاؤ بیل کو اس کے گھر میں سے نکالو اور ذبح کرو۔گوشت بناؤ اور کھاؤ۔طلبہ نے بیل کو نکالا اور ذبح کر دیا۔طلبہ پھر آپ کی خدمت

میں آئے اور عرض گزار ہوئے۔حضور جلانے کے لئے لکڑی نہیں ہے۔گوشت اور چاول کیسے بنے گا؟۔سرکار محبیؔ نے فرمایا میرے گھر کا یہ کواڑ نکالو اور اس کو پھاڑ کر جلاؤ۔طلبہ نے ایسا ہی کیا۔راقم کے لیے یہ بڑا ہی متاثر کن واقعہ تھا۔استاذی نے فرمایا! مدرسہ تو بہت لوگ کھولتے ہیں ۔مگر طلبہ کے ساتھ ایسا سلوک کون کرتا ہے؟۔

راقم اتنا اور جانتا تھا کہ سرکار محبیؔ علیہ الرحمہ کی چند تصانیف بھی ہیں،مگر ۱۵؍جنوری ۲۰۲۱ء کو سرکار محبی کے پَرنواسے مولانا ریحان رضاانجم مصباحی نے بتایا کہ مولانا عبدالرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ نے ''نورالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے قرآن مجید کے تیسوں پارے کا فارسی ترجمہ لکھا ہے۔لیکن اس بات سے نئی نسل ناواقف ہے۔اگر کوئی شخص جانتا ہے تو کسی کو بتانا نہیں ہے۔ بتائیں گے تو نہیں تو لوگ جانیں گے کیسے؟ فارسی ،اردو مترجمین قرآن مجید پر سیمینار ہوتے ہیں مگر آج تک کسی نے اپنے مقالہ میں مفسر قرآن عبدالرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ کا نام نہیں لکھا۔فارسی مترجمینِ قرآن مجید کی فہرست تیار ہوتی ہے تو اس میں محبیؔ علیہ الرحمہ کا نام نہیں ہوتا ہے۔کوئی جانتا ہی نہیں کہ تاجدار ترہت نے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ فارسی زبان میں تحریر کیا ہے۔شاعر نے کہا ہے ؎

دشمن کی صف کو چیر کے جانا تھا اس پار
آخر نکال لے گیا میرا لہو مجھے

یہی ''لہو'' ہے جو تین پشتوں کے بعد مولانا ریحان رضاانجم مصباحی کی شکل میں اُبھرے ہیں اور تاجدارِ ترہت علامہ عبدالرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ کے علمی وقلمی کاموں کو منظر عام پر لانے کے لیے کمربستہ ہیں ،راقم کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی سے ہم کنار کرے۔

اسی کے ساتھ آپ نے سرکار محبیؔ علیہ الرحمہ کی ۳۸؍ کتابوں کے نام کی فہرست بھیج کردی ہے۔یہ ۳۸؍کتابیں مولانا ریحان رضاانجم مصباحی نے بڑی محنت سے جمع کی ہے۔فہرست میں سرکار محبیؔ علیہ الرحمہ کی صاحبزادی نجم النساء کی تصنیف یا تالیف ''فروغ ہالہ المعروف نجم المیلاد'' بھی شامل ہے، یہ کتاب بھی ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

محب رضا مولانا عبدالرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ کی تصانیف سے بیشتر تصانیف ان کی حیات میں شائع ہوئی تھیں جو دورِ حاضر میں نایاب ہونیکی شکل اختیار کرچکی تھیں۔ان اڑتیس کتابوں سے بارہ کتابوں کو مولانا ریحان رضاانجم مصباحی نے یکے بعد دیگرے طباعت کی منزل سے گزار کر منظر عام پر لا چکے ہے۔

موصوف نے دو کتابچے ''دَسْتُوْرُالسَّواك'' المعروف''مسواک کے آداب و فضائل'' صفحات ۵۸؍ کا PDF فائل بھیج کردیا ہے۔

ہر شخص اچھی و بُری،محمود ومخدوش اور نور وظلمت سے متاثر ہوتا ہے۔علما بھی تابع شریعت وسنّت وخلافِ شریعت وسنّت اشخاص سے متاثر ہوتے ہیں ۔مولانا عبدالرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ جب آرہ گئے تو دیکھا ایک شخص اقامت نماز کے وقت صف میں دانتوں پر مسواک رگڑتا،کلی نہیں کرتا اور نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔اس شخص کے اس خلاف سنّت کام سے متاثر ہوکر مولانا عبدالرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ نے''دَسْتُوْرُالسَّواك''المعروف'' مسواک کے آداب وفضائل''تحریر فرمایا۔۲۳؍صفحات کا یہ کتابچہ ۱۳۱۷ھ میں لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔تقریباً ۱۲۳؍سال کے بعد اب مولانا ریحان رضاانجم نے نئی ترتیب کے ساتھ ۲۰۲۰ء میں شائع کروا کر علامہ محبیؔ علیہ الرحمہ کے کارنامہ کو زندہ کردیا ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کا معاشرہ تقریباً ہر دور میں زہریلا رہا ہے اور ہر دور میں علمائے کرام نے اس زہریلے معاشرہ نثر ونظم

کی شکل میں تریاق فراہم کیا۔

لیکن چند ہی لوگوں نے اس تریاق کو استعمال کیا۔ باقی لوگوں نے تریاق کو زہر سمجھ کر چھوڑ دیا۔ بعض لوگوں نے تریاق والی باتوں کو سن کر کہا اور کہتے ہیں کہ مولوی لوگ نیا نیا فتوی نکالتے ہیں کہ بھابی دیور سے بات نہ کرے۔ دیور بھابی سے گفتگو نہ کرے۔ اس کے قریب نہ بیٹھے۔ مدتوں سے جو کام ہو رہا ہے۔ مولوی صاحبان اب اس کو بھی ناجائز وحرام بتاتے لگے ہیں۔ ایسی حالت میں شریعت اور بھلائی کا باب کیسے وا ہوگا؟۔

راقم کے ایک شناسا کی شادی ایک عالمہ سے ہوئی۔ عالمہ شادی کر کے اپنے شوہر کے گھر آئی تو اپنے دیور سے پردہ کرنے لگی۔ اس پردہ پر پہلے تو گھر کی خواتین نے پوچھ تاچھ کیا۔ عالمہ بہو نے مسئلہ بتایا کہ دیور غیر محرم ہے۔ اس سے پردہ کرنا چاہئے۔ اس کے قریب نہیں بیٹھنا چاہئے، نہ بات کرنا چاہئے۔ یہ سن کر گھر کی خواتین سکتے میں آگئیں۔ ان کے لئے یہ نئی بات تھی۔ یہ خبر نکل کر محلہ میں گھومنے لگی اب جس کو دیکھئے اسی کو موضوعِ گفتگو بنالیا۔ ایک دوسرے سے پوچھنے اور کہنے لگے۔ اَرے سنا ہے کہ فلاں کی بہو کہتی ہے کہ دیور سے بات کرنا جائز نہیں۔ اس کے قریب بیٹھنا ناجائز ہے۔ اتنی عمر کٹ گئی ایسا تو کبھی بھی نہیں سنا تھا۔

شریعت پر عمل کرنے پر لوگ چونک گئے۔ اچنبا ہو گئے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام وعلما کے گھروں میں شاید کوئی دیور، بھائی کو غیر محرم سمجھتا اور بھابی دیور کو غیر محرم سمجھتی ہو۔ یا گھر کے کسی فرد نے دونوں کو بات کرنے یا ملنے جلنے پر قدغن لگایا ہو۔ اس تعلق سے علمائے سلف نے بھی بہت لکھا۔ دور حاضر میں بھی لکھا جا رہا ہے۔ جس کو تفریحاً پڑھا جاتا ہے۔ مگر عمل کے پہلو پر کوئی آتا نہیں ہے۔ اب اگر شاذ و نادر پڑھی لکھی بہو ایسا کرتی ہے تو وہ تماشا بن جاتی ہے۔ بتائیے یہ افسوس کا مقام ہے کہ نہیں؟

علامہ عبدالرحمٰن محبی علیہ الرحمہ ۱۳۰۴ھ میں ''دیور بھاوج'' المعروف ''غیر محرم کا شرعی حکم'' بارہ ماسہ کی شکل میں تحریر فرمایا اور ۱۳۰۹ھ میں کتاب پٹنہ سے شائع ہوئی اشعار بحرِ متقارب مثمن محذوف میں ہے۔ جس کے اوزان، فعولن فعولن فعولن فعو یا فعول ہیں، عوام کی نظروں سے معدوم اس کتاب کو مولانا ریحان رضا انجم نے طویل عرصہ کے بعد ۲۰۲۰ء میں شائع کیا ہے۔ کتاب کے ٹائیٹل صفحہ پر تقدیم وتسہیل کے ضمن میں علامہ شبنم کمالی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی اور ترتیب وتزئین میں مولانا ریحان رضا انجم مصباحی کا نام ہے۔ صفحات الٹئے تو شرف انتساب، نذر عقیدت اور عرض انجم کے خانہ میں مولانا ریحان رضا مصباحی کا اسم گرامی ہے۔ امینِ شریعت مفتی عبدالواجد نیرؔ قادری کی تقریظ '' تقریظِ نیرؔ'' کے نام سے، کلماتِ خیر'' مولانا محمد عبدالمبین نعمانی نے ''شمالی بہار کا ایک عظیم مصلح'' علامہ شبنم کمالی کی تحریر ہے۔ پڑھنے والے سب کو پڑھیں اور اپنی معلومات میں اضافہ کریں۔

چند اشعار اور ان کی تقطیع ملاحظہ کریں:

کرو اپنے شوہر کی طاعت مدام
رکھو اور غیروں سے ہرگز نہ کام

تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعول

کرو اپ۔ نِ شوہر۔ کِ طاعت۔ مدام رکھو او۔ رغیرو۔ سِ ہرگز۔ نَ کام

رکھو تم بھی زوجہ ہی سے اپنی کام
نہیں بھاوج غیروں سے اے نیک نام

تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعول

رکوتم۔ بِ زوجہ۔ ہِ سے اپ۔ نِ کام نہی بو۔ ج غیرو۔ سِ

اے نی۔ک نام

نظرجا پڑے گر کسی پر کہیں
تولے پھیر فوراً نہ کردو وہیں
تقطیع فعولن فعولن فعولن فعو
نظرجا۔پڑے گر۔کسی پر۔کہیں تولے پے۔رفوراً۔نہ کردو۔وہی

لکھا ہے جو مشکوٰۃ میں مرد چند
ازاں ترمذی، دارمی، احمداند
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعول
لکھاہے۔جُ مشکوٰ۔ۃ میں مر۔دِچند ازاتر۔مذی دا۔رمی حم۔اند

کہ فرمایا ہے یہ علی سے خطاب
کہ دویم نگہ ہے علی بس خراب
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعول
کِ فرما۔یَ ہے یہ۔علی سے۔خطاب کِ دویم۔نگہ ہے۔علی بس۔خراب

کہ دھوکے سے گرجا پڑے اک نظر
تو کر دوسری سے ضروری حذر
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعو
کِ دوکے۔سِ گرجا۔پڑے اک۔نظر تُ کر دو۔سری سے۔ضروری۔حذر

ملے تاکہ تم کو ثوابِ عظیم
کرے فضل تم پر خدایے کریم
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعول
ملے تا۔کِ تم کو۔ثوابے۔عظیم کرے فض۔ل تم پر۔خدایے۔کریم

سنو عورتوں! تم کو چھُپنا یہاں
دیور اور بھائی خلیرا سے جاں
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعو
سنوعو۔رتوتم۔کُ چُپنا۔یہا دِوراو۔ربائی۔خلیرا۔سِ جا

چچیرا، ممیرا، پھوپھیرا۔ تمام
نکح جس سے جائز ہے اے نیک نام
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعول
چچیرا،ممیرا۔پ پیرا۔تمام نکح جس۔سے جائز۔ہَ اے نے۔ک نام

چھپو سب سے گرچہ وہ اندھا بھی ہو
یہی حکم حضرت کا ہے مان لو
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعو
چُپو سب۔سِ گرچہ۔وُ اندا۔ب ہو یہی حک۔م حضرت۔کَ ہے ما۔ن لو

یہ مروی لکھا دیکھو مشکوٰۃ میں
سنیں جان سے اِس کو سب عورتیں
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعو
یِ مروی۔لکا دے۔کُ مشکوٰ۔ۃ مے سنے جا۔ن سے

اِس۔کُ سب عو۔رتی

(دیور بھاوج، صفحہ ۲۷)

مولانا شبنم کمالی علیہ الرحمہ نامور عالم، مدرس، مقرر، ادیب، کثرت سے نثر و نظم لکھنے والے تھے، ان کی سرعتِ تحریر کو دیکھ کر علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے کہا تھا کہ مولانا شبنم کمالی کو لکھنے کا ہیضہ ہے، مذکورہ بالا اشعار کی تسہل مولانا شبنم کمالی نے کی ہے، تسہیل پڑھنا چاہتے ہیں تو کتاب کی جانب رجوع کیجیے۔

کتابچہ ''دیور بھاوج'' کے آخر میں علامہ عبید الرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ کی تین نعتیہ غزل بھی ہے، پہلی غزل بحر متقارب مثمن سالم میں ہے، غزل کا مقطع ملاحظہ کیجیے ؎

جو تر ہت میں بے کس محبیؔ ہے ساکن
اُسے لوگ کہتے ہیں شیدا محمد ﷺ

تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعولن

جُ تر ہت۔مِ بے کس۔مُ حِب با۔ہَ ساکن اُسے لو۔گ کہتے۔ہَ شے دا۔محمد

دوسری نعتیہ غزل کا ایک شعر دیکھئے، وہ شعر اور پوری غزل بحر ہزج مسدس محذوف میں ہے، جس کا وزن مفاعیلن مفاعیلن فعولن ہے، شعر اور تقطیع ذیل میں دیکھیے۔

سراپا صورتِ نرگس ہوں حیراں
خبر کردے خدا اس بے محن کو

تقطیع۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

س راپا صو۔رَتے نرگس۔ہُ حی را خ بر کردے۔خ دا اس بے۔م حن کو

تیسری نعتیہ غزل بھی بحر ہزج مسدس محذوف میں ہے، جس وزن مفاعیلن مفاعیلن فعولن ہے، مقطع کا شعر اور اس کی تقطیع ذیل میں دیکھئے۔

نبی کا عشق گر رکھتے محبیؔ
چلو ہے فیصلہ روزِ جزا کو

تقطیع۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

ن بی کا عش۔ق گر رک تے۔مُ حب با چ لو ہے فے۔ص لہ روز ے۔ج زا کو

ان اشعاروں کو پڑھنے اور تقطیع کرنے سے معلوم ہوا کہ مولانا عبد الرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ اچھے شاعر اور عروض داں تھے، سوا سو اور ڈیڑھ سو سال پرانا کلام بھی حاضر کا مزا دیتا ہے، بہرحال دورِ حاضر میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ کے کام کو اُجاگر کرنے اور منظرِ عام پر لانے کی ضرورت ہے، مولانا ریحان رضا انجم مصباحی حضرت محبیؔ کے تعلق سے کام کرنے اور کرانے پر کمر بستہ ہیں، اللہ تعالیٰ موصوف کو مزید قوت عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

شخصیات:

{شمالی بہار کی ایک عظیم روحانی شخصیت حضور داتا شاہ وزارت حسین علیہ الرحمہ}

مولانا محمد عبد اللہ، رضوانی مرکزی [خانقاہ رضوانیہ، نانپور، سیتامڑھی، بہار]

۞۞۞۞۞

چودھوی صدی ہجری میں دین اسلام کی دعوت وتبلیغ اور ترویج واشاعت کے لیے شمالی بہار کے جن شخصیات کے نام نمایا ہیں ان میں سر فہرست قطب الاقطاب، محبوب رب دو جہاں، واقف اسرار الٰہی، عارف باللہ، مرد حق آگاہ حضور داتا شاہ وزارت حسین قدس سرہٗ کا نام قابل ذکر ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین اسلام کی دعوت وتبلیغ اور پرچم حق کی سربلندی کے لیے وقف کر دیا، ہزاروں گم گشتگان راہ کی رہنمائی فرما کر ان کے دلوں کو عشق رسول سے منور کر دیا۔ آپ کی حیات کے تابندہ نقوش کچھ یوں ہے۔

نام ونسب: آپ کا نام وزارت حسین اور عرفی نام رضوان اللہ ہے۔ اور لوگ آپ کو کئی القاب سے جانتے ہیں۔ مثلاً چھوٹے سرکار، داتا شاہ وغیرہ۔

آپ صحیح النسب شیخ صدیقی ہیں، سلسلۂ نسب یوں ہے۔ شیخ وزارت حسین بن شیخ ریاض علی بن شیخ نبی بخش، وغیرھم

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت تقریبا ۱۲۱۸ھ میں صوبہ بہار کے مشرقی ضلع سیتامڑھی کے مشہور ومعروف قصبہ نانپور کے ایک نہایت متقی اور شریف خاندان میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم صوفی باصفا، پابند صوم وصلوٰۃ اور تہجد گزار انسان تھے اور آپ کی والدہ بھی اپنے وقت کی عابدہ، زاہدہ اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ آپ کے عہد شیر خوارگی کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مادر زاد اللہ کے ولی اور مقرب بندے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں کہ عہد شیر خوارگی میں اکثر شب دوشنبہ یا شب جمعہ جب مجھے نیند آجاتی تو آپ گود سے غائب ہوجاتے تھے اور جب بیدا رہوتی اور آپ کو نہ پاتی تو ادھر ادھر تلاش کرنے لگتی مگر آپ نہ ملتے پھر اچانک مجھ پر ایک غنودگی پیدا ہوتی اور میں انھیں اپنے بستر پر پاتی اور یہ سلسلہ تقریبا پانچ سال تک چلتا رہا اور جب آپ آٹھ سال کے ہوگئے تو میں نے پوچھا بیٹا! تم اکثر بچپن ہی سے راتوں کو میری گود سے کہاں غائب ہوجاتے تھے تو آپ نے کہا کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میں دیکھتا ہوں کہ کچھ درویش صفت لوگ آتے ہیں اور مجھے اٹھا کر ایک بڑے میدان میں لے جاتے ہیں وہاں عظیم الشان کرسی پر بیٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ سناؤ اس وقت مجھ کو بہت کچھ بولنا آجاتا ہے اور جب میں کچھ پڑھ کر سناتا ہوں تو وہ لوگ بہت خوش ہوتے ہیں پھر مجھے اپنی جگہ لاکر رکھ دیتے ہیں۔

اس واقعہ کے تعلق سے آپ کے مریدین نے ایک بار آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ واقعہ بالکل صحیح ہے، وہ لے جانے والے رجال الغیب ہوتے تھے اور وہ کرسی صدارت اولیا کی تھی اور اس کرسی پر بیٹھنے سے مجھے ہر زبان میں تقریر کرنا آجاتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، اللہ جسے چاہتا ہے یہ مقام عطا کرتا ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کے اندر بچپن ہی سے ولایت کے آثار نمودا رتھے اور والدین کریمین کی نیک تربیت اور پاکیزہ ماحول نے مزید چار چاند لگا دیے، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے قرآن پاک حفظ کیا پھر علوم دین کی طرف مائل ہوئے اور اپنے دور کے عظیم علما ومشائخ سے حصول فیض کر کے بیشمار علوم وفنون بالخصوص علم قرآن اور علم تصوف میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ مرجع خلائق ہوئے۔

علمی جلالت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ قرآن کریم کی تفسیر بیان فرماتے تو ایسی نکات اور باریکیاں پیش فرماتے کہ اہل مجلس آپ کی نکتہ دانی سے مست ہوجاتے اور حیرت واستعجاب میں پڑ جاتے

تھے۔

عبادت وریاضت: بچپن ہی سے طبیعت خلوت کی جانب مائل تھی ،دنیا کی زیب زینت سے دوررہ کر یادِالٰہی میں مصروف رہتے۔آپ کی راتیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرتی تھیں،نفلی روزوں اور نفلی نمازوں سے بڑی محبت تھی خود بھی اس کی کثرت کرتے اور لوگوں کو بھی کثرت کی تاکید کرتے تھے۔

تزکیہ نفس اور تطہیر باطن کے لیے آپ نے غیر منقسم ہندوستان کے مشہور ومعروف مزارات خصوصاًاجمیر مقدس اور نیپال کی پہاڑیوں اور مخصوص مقاموں میں سخت ریاضت ومجاہدے اور چلہ کشی کی۔

بیعت وخلافت: آپ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم دین،صوفی با صفا،قطب الاقطاب حضرت حکیم قاضی شاہ محمد تفضّل حسین قادری غازی پوری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے،مرشد برحق نے باطنی تربیت اور تزکیہ وتصفیہ فرما کر اپنے تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا۔

۱۳۵۳ھ میں خلیفہ حضور سید ابوالحسین نوری مارہروی قطب الاقطاب عاشق رسول صاحب کشف وکرامات حضرت مولانا جی علی نوشہ علیہ الرحمہ نے اپنے چھ سلاسل کی خلافت واجازت سے نوازا۔

اس خلافت واجازت کے بعد آپ سلسلہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کے خلفا میں شامل ہو گئے اور تاحیات آپ نے سلسلہ کی اشاعت اور تبلیغ دین وسنیت کے کام کو انجام دیا۔آپ کے دست حق پرست پر بے شمار لوگوں نے بیعت کی۔

اخلاق وکردار:

آپ ہیں اس دور کے مرد سعید
مثل خواجہ فرید و بایزید

آپ کے اندر وہ تمام اخلاقی خوبیاں موجود تھیں جو ایک انسان کو دنیا وآخرت میں کامیاب اور سرخرو بنانے کے لیے ضروری ہے۔آپ کا ہر فعل وعمل شریعت مطہرہ کے دائرہ میں ہوتا تھا۔زہد وتقوی،طہارت وپاکیزگی،صبر وقناعت،جود وسخاوت آپ کا وصف عالی تھا۔سادگی اور انکساری کا یہ عالم کہ ہر ملنے والے سے خندہ روئی کے ساتھ ملتے اور ان کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے،مہمانوں کی مہمان نوزی میں کسی طرح کی نہیں فرمایا کرتے تھے،ہر طرح کے سائلوں،محتاجوں،غریبوں،بیواؤں،کی امداد اور دل جوئی فرماتے تھے ،ہر ملنے جلنے والے کو سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے چاہے آپ انھیں پہچانتے ہوں یا نہ پہچانتے ہوں اور گھر کے پاس سے ہر جانے والے مسافر کو بلاتے اور انھیں چائے،ناشتہ کروا کر ہی جانے دیتے تھے۔

کم خوردن،کم گفتن،کم خفتن کا وصف غالب تھا ہمیشہ زبان پر ذکر الٰہی کا ورد جاری رہتا،ذکر پاس انفاس پہ اس قدر عبور تھا کہ نیند کی حالت میں بھی سانس سے اللہ،اللہ کی صدا آتی رہتی۔خلوت کو پسند فرماتے اور دنیا دار لوگوں سے کنارہ کشی کرتے اور ان سے بیزاری کا مظاہرہ فرمایا کرتے۔گویا کہ آپ کے تمام اوصاف ''التصفو بصفات اللہ'' کا آئینہ دار تھی۔

کشف وکرامات: آپ صاحب کشف وکرامت ولی تھے،آپ سے بے شمار کراماتوں کا صدور ہوا،لیکن آپ فرماتے تھے کہ جس طرح اگلوں پر کشف وکرامات کا ظاہر کرنا ضروری تھا اسی طرح ہم پچھلوں پر کشف وکرامات کا چھپانا ہی ضروری ہے اور یہ بھی ایک مقام ہے جو جس قدر اسے پوشیدہ رکھے گا اسی قدر اس کا مقام بلند ہوگا ورنہ وہ ایک مقام پر ٹھہر کر رہ جائے گا۔لیکن اس قدر ضبط کے باوجود بسا اوقات جو کچھ زبان مبارک سے نکل جاتا بعینہ وہی ہو جاتا تھا اور جس شخص کے بارے میں جو کچھ فرما دیتے تھے ٹھیک اسی طرح ہو جاتا تھا۔

۱۹۵۵ء کے قریب طاعون (پلیگ) کی وبا زیادہ آیا کرتی تھی،اور جس گاؤں میں یہ وبا آتی وہاں کے اکثر لوگ ہلاک ہو جایا کرتے،لیکن آپ کے قدم نازکی برکت یہ تھی کہ آپ جب ایسے علاقہ میں پہونچتے تو آپ کی تشریف آوری سے ہلاکتوں کا سلسلہ بند ہو جاتا اور لوگ اس بلا سے نجات پاجاتے تھے۔

ایک بار آسام کے ایک علاقہ میں کچھ ڈاکوؤں نے آپ کو گھیر لیا تھا،انھوں نے سوچا کہ یہ فقیر آدمی ہے مرید ومعتقد لوگ انھیں

نذرانہ دیتے ہیں لہٰذا ان کے پاس ضرور کچھ ہوگا اور اس برے ارادے سے جب یہ لوگ حملہ آور ہوئے تو آپ نے صرف نعرہ تکبیر لگا یا اس نعرے کی آواز سے وہ لوگ بالکل خوفزدہ ہو گئے اور اپنے اس برے ارادے سے رجوع کیا، معافی کے طلبگار ہوئے اور سب کے سب تائب ہوکر حلقۂ مریدین میں داخل ہوگئے۔ع

وہ متاع دنیا کیا لوٹتے کہ نقد دل ہی نذرانہ کر گئے

مدھوبنی کے ایک علاقہ میں آپ کی درویشی دیکھ کر ایک شخص برابر آپ کی شان میں برا بھلا بولا کرتا تھا اور مذاقیہ جملے استعمال کرتا تھا لیکن آپ اسے کچھ بھی نہ فرماتے ایک دن آپ نے اسے صرف یہ کہہ دیا کہ اب آئندہ تم مجھے کچھ کہہ نہ سکو گے۔ وہ شخص تین دن کے بعد ہی اس دنیا سے انتقال کر گیا۔

یوں تو حضرت کی اتنی کرامات ہیں جن کا تذکرہ کرنا ناممکن ہے، یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ قوت عطا فرمائی کہ جس کے حق میں جو فرما دیتے بعینہ وہی ہو جایا کرتا تھا۔

وصال پرملال اور آخری آرام گاہ: وصال سے قبل آپ کو نہ کوئی بیماری تھی اور نہ کسی قسم کی کمزوری، بس چہرے پہ ایک الگ طرح کی خوشی کے آثار نمودار رہتے تھے نہ جانے کونسی نعمت ملنے والی تھی کہ قلب وروح کا گوشہ گوشہ پر بہار معلوم ہوتا تھا اور کیوں نہ ہو کہ دنیا کی ساری لذتیں ایک طرف اور وصل محبوب ایک طرف۔

اور صرف ایک ہی دھن تھا کہ مجھے بارگاہ مرشد غازی پور جانا ہے۔ آپ چند مریدین کو لے کر وہاں کے لیے روانہ ہو گئے، سفر کے دوران ایک سرائے نامی مقام پر آپ کا رکنا ہوا وہاں کچھ مریدین رہتے تھے ان سے ملاقات کے لیے ان کے گھر پہنچے اور ایک بستر پر آرام فرما کر انھیں دین کی باتیں سمجھانے لگے اسی اثنا میں زبان پہ کلمہ طیب کا ورد کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) یہ جانکاہ واقعہ ۲ جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ کو پیش آیا۔

مزار مبارک خانقاہ رضوانیہ کے احاطہ میں مرجع خاص وعام ہے، ہر سال جمادی الثانی کی دوسری تاریخ کو آپ کا عرس پاک منایا جاتا ہے۔ اور آپ کے وسیلہ خاص سے ہر کسی کی مرادیں پوری ہوتیں ہیں، آپ مستجاب الدعوات اولیاء اللہ کی جماعت میں سے ہیں۔

خلفا و جانشین: آپ اپنا جانشین اپنے عزیز صاحبزادے پیر کامل صوفی باصفا حضرت علامہ ومولانا غلام محمد صابر حسین المعروف صابر ملت کو بنایا، جنھوں نے تاحیات آپ کی جانشینی کا حق ادا فرمایا اور دین وسنیت کی تبلیغ فرمائی اور سلسلہ طریقت کو ہند و بیرون ہند میں فروغ دیا۔ مشیت الٰہی کے تحت آپ بہت جلد اس دار فانی سے دار بقا کی جانب رخصت ہو گئے۔

شیخ شاہ قدس سرہ نے جن حضرات کو خلافت واجازت سے نوازا تھا، ان میں اکثر اس وقت کے درویش کامل تھے۔ چند کے اسمائے مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مرید وخادم خاص صوفی یار محمد خان رضوانی، ادھیان پوری
(۲) مولوی محمد شاہ حبیب الرحمن، دربھنگوی
(۳) مستان شاہ محمد اختر حسین کابوی
(۴) صوفی شاہ محمد سلیم اللہ خان سرسنڈوی
(۵) حافظ غلام امام حسن پوخالی
(۶) برادر خورد شیخ قدس سرہ مولوی صوفی محمد تمیز الحق نانپوری

اقوال زریں:

آپ کے چند قیمتی اقوال

(۱) آغاز محبت بڑا آسان اور میٹھا ہوتا ہے مگر انجام بڑا سخت اور کڑوا ہوتا ہے
(۲) اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈنے عرش پر نہیں جانا ہے بلکہ اپنے خانہ دل کو غیر اللہ سے خالی کر کے ڈھونڈا اور پایا جا سکتا ہے۔
(۳) اے طالب مولیٰ تیرے لیے شہرت سے گمنامی بہتر ہے۔
(۴) مرید اس وقت مرید کہا جا سکتا ہے کہ جب بائیں طرف کے فرشتے کا قلم رک جائے۔
(۵) جانور کی طرح بھر پیٹ کھانے والا اور راتوں کو گہری نیند سونے والا صوفی اور فقیر نہیں۔

☆☆☆

شخصیات:

حافظ ملت علیہ الرحمہ: ایک علمی جہان

مولانا توفیق احسنؔ برکاتی [جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ]

یقین محکم اور عمل پیہم کے ساتھ جب کوئی بندۂ خدا مذہب وملت کی خدمت کا جذبۂ بیکراں لے کر مستقبل کے لیے منصوبہ سازی کرتا ہے اور اپنے بنائے ہوئے خاکوں میں رنگ بھرتا ہے تو اس کی یہ رنگ آمیزی رائیگاں نہیں جاتی، اس کا جذبۂ اخلاص اس کی قوتِ ارادی کو مہمیز دیتا ہے اور وہ اپنے منصوبوں کی تکمیل میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ کسے پتہ تھا کہ چودھویں صدی ہجری کی دوسری دہائی میں ہندوستان کی ایک گم نام بستی میں جنم لینے والا بچہ محض چالیس برس کی عمر میں ایک تاریخی انقلاب برپا کردے گا اور برصغیر ہندو پاک کی دینی وعلمی فضا اس کے نام کی نغمہ سنجی سے زعفران زار ہوتی رہے گی۔

نام ہے عبدالعزیز، لقب ہے جلالۃ العلم، حافظ ملت، محدث مرادآبادی اور کنیت ابوالفیض ہے۔

حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کی ولادت بروز دوشنبہ مبارکہ ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۴ء کو ضلع مرآدباد اتر پردیش کے موضع بھوج پور میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں کے اسکول میں حاصل کی۔ والد ماجد حافظ غلام نور کی نگرانی میں حفظ قرآن کی تکمیل کی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب جناب عبدالمجید بھوج پوری سے پڑھنے کے بعد جامعہ نعیمیہ مرآدباد میں داخلہ لیا، وہاں متوسطات پڑھیں، تین سال وہاں رہے پھر اعلیٰ تعلیم و منتہی کتابوں کی تحصیل کے لیے چند رفقا کے ساتھ صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مصنف بہار شریعت) کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے۔ ان رفقا میں مولانا غلام جیلانی میرٹھی، قاضی شمس الدین جون پوری، مولانا قاری اسد الحق اور حافظ ضمیر حسن صاحبان کا نام آتا ہے۔ شوال ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ معینیہ، اجمیر شریف میں داخلہ لیا اور یہاں رہ کر صدر الشریعہ اور دیگر اساتذۂ ذوی الاحترام کی بارگاہ فیض میں اکتساب علم کرتے رہے، حدیث شریف کی تکمیل حضور صدر الشریعہ کی بارگاہ میں کی، ۱۳۵۱ھ میں منظر اسلام بریلی سے سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ میں مولوی عبدالمجید بھوج پوری، مولوی حکیم مبارک اللہ صاحب، حافظ حکیم نور بخش صاحب، حکیم محمد شریف کے ساتھ مولانا عبدالعزیز خاں فتح پوری، حضرت مولانا اجمل شاہ سنبھلی، مولانا محمد یونس سنبھلی، مولانا وصی احمد سہ سرامی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، مفتی امتیاز احمد، مولانا عبدالحئ افغانی، مولانا سید امیر پنجابی، مولانا حافظ سید حامد حسین صاحب علیہم الرحمہ کے اسما قابل ذکر ہیں۔ یہ وہ قابل احترام علمی سرچشمے ہیں جن کی نگاہِ التفات نے حافظ ملت علیہ الرحمہ کو ملت کی نگہبانی کا سلیقہ بخشا، علمی فیضان سے مالا مال کیا، فکروشعور کو بالیدگی عطا کی، قوت ارادی کو صحیح سمت میں استعمال کرنے کا حوصلہ دیا۔ بالخصوص صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی نگاہ کرم اور خصوصی عنایت نے آپ کو علوم وفنون کا بحر ذخار بنا دیا، آپ نے بارہا اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ ایک بار فرمایا:

’’میں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے سب کچھ سیکھا، یہاں تک کہ کھانا، پینا اور چلنا بھی میں نے حضرت سے سیکھا۔‘‘

مزید ارشاد فرمایا:

’’میں بہت گرم چائے اس لیے پیتا ہوں کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت گرم چائے پیتے تھے۔‘‘

شوال ۱۳۵۲ھ میں صدر الشریعہ کے حکم پر مبارک پور اعظم گڑھ اتر پردیش میں خدمت دین کا مقصد لے کر پہنچے اور اپنے استاد محترم کے اعتماد و وقار کو ذرہ بھر ٹھیس نہ پہنچائی، پوری دل جمعی کے ساتھ میدان عمل کے اس دشوار ترین سفر کو جاری رکھا اور بے طرح کامیابی حاصل کی، اس چھوٹے سے مدرسے کو جہاں معیار تعلیم فارسی، نحو میر، پنج گنج تک تھا، تھوڑے ہی عرصے میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم میں تبدیل کر دیا، جس کا سنگ بنیاد ۱۳۵۳ھ میں حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں اور حضور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کے مقدس ہاتھوں رکھا گیا، جس میں محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ لیکن جب دارالعلوم کی یہ عمارت اپنی تنگ دامنی پر شکوہ کناں ہوئی تو قصبہ مبارک پور سے باہر ایک وسیع خطہ زمین ایک شہرستان علم بسانے کے لیے حاصل کی اور مئی ۱۹۷۲ء/ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ میں ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کا جشنِ تاسیس منایا گیا۔ جو اشرفیہ کی تاریخ میں تاریخ ساز تعلیمی کانفرنس کے نام سے مشہور ہوا اور آج بھی اس کانفرنس کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے، جہاں سے تحریک اشرفیہ کو ایک نئی جہت ملتی ہے۔

۶/ مئی ۱۹۷۲ء کو منعقد کی جانے والی اس تاریخی کانفرنس میں بے شمار مشائخ و اساتذہ و علما کے علاوہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا نوری، سید العلما سید آل مصطفی قادری برکاتی مارہروی، مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمن قادری اڑیسوی، شمس العلما قاضی شمس الدین جون پوری، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، مفتی مالوہ مولانا محمد رضوان الرحمن فاروقی، سلطان الواعظین علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی اور رئیس القلم علامہ ارشد القادری قدس سرہم جیسی عبقری شخصیات نے شرکت فرمائی اور الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر اپنے خطاب میں حضور سید العلما نے فرمایا تھا:

''اشرفیہ اور حافظ ملت کے ساتھ آلِ رسول ہے اور جس کے ساتھ آلِ رسول ہے اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ضرورت پیش آئی تو آل رسول اپنے مریدین و مخلصین کو ساتھ لے کر اس کے لیے ہر طرح کی قربانی پیش کرے گا۔''

اور شہزادۂ امام احمد رضا کی یہ دعا آج بھی اشرفیہ کی بنیادوں کو روحانی توانائی دے رہی ہے:

''دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کو ایک عظیم سنی یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کی نیک کوشش کا میں خیر مقدم کرتا ہوں اور حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انھیں اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب فرمائے اور حضرات اہل سنت کو توفیق بخشے کہ وہ اشرفیہ عربی یونیورسٹی کی تعمیر میں حصہ لے کر دین کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت پوری فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔''

خانقاہ برکاتیہ کے نامور قلم کار پروفیسر سید جمال الدین اسلم مارہروی رقم طراز ہیں:

''بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کا آستانۂ علم وافتا شیخ کامل حضور مفتی اعظم کی قیادت میں ایک خانقاہ کی صورت میں منتقل ہوگیا، غالباً شیخ کامل نے اپنی حیات میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کی سرپرستی فرما کر، اس کے احیا میں بھرپور تعاون عطا فرما کر، اسے حیات نو دے کر یہ طے فرما دیا تھا کہ یہ دارالعلوم اہل سنت کا علمی مرکز بنے گا اور بریلی شریف میں آستانہ رضویہ اہل سنت کی ایک مرکزی خانقاہ کی صورت میں مقبول عام ہوگی، مرشدان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی روحانی عظمتوں کے طفیل اللہ رب العزت ان دونوں علمی اور روحانی آستانوں کو ہمیشہ قائم رکھے، آمین۔''

(پیغام رضا، مفتی اعظم نمبر، ص: ۳۳۵، ۳۳۶)

جب یہ سلسلہ اور توانا ہوا تو نومبر ۱۹۷۳ء میں دوسری تعلیمی کانفرنس نے اشرفیہ کو شہرت و ناموری کے اوج ثریا پر پہنچا دیا، یہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کا خلوص اور بین العلماء والمشائخ ان کی مقبولیت ہی تو تھی کہ خانقاہ برکاتیہ، خانقاہ اشرفیہ اور خانقاہ رضویہ کے سجادہ نشینان ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جذبۂ دروں کے

ساتھ اشرفیہ کو اپنے فیضان سے مالا مال کر رہے تھے، حضور صدر الشریعہ کی دعائیں قدم قدم پر ان کی معاونت کر رہی تھیں۔

اس سلسلے میں حضور حافظ ملت کے رفقا و تلامذہ کی خدمات کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ مثلاً حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، مولانا محمد شفیع اعظمی، مولانا قاری یحییٰ مبارک پوری، علامہ ارشد القادری وغیرہم اور اہل مبارک پور کی قربانیاں آج بھی تاریخ اشرفیہ اور تحریک اشرفیہ کے لیے اپنے وجود کا مسلم احساس کرا رہی ہیں، جسے کسی طور فراموش نہیں کیا جا سکتا، ایسا نہیں ہے کہ ایک مکتب مدرسے میں اور ایک مدرسہ دارالعلوم میں اور دارالعلوم الجامعۃ الاشرفیہ میں یوں ہی تبدیل ہو گیا اور ہر عہد میں حالات سازگار ہی رہے ہوں۔ قدم بہ قدم در پیش ہونے والے خطرات اور رکاوٹ پیدا کرنے والی وجوہات کو اگر قلم بند کیا جائے تو یہ مضمون طویل ہو جائے گا، اس لیے سر دست اسے قلم زد کرتے ہوئے اتنا ضرور عرض کریں گے کہ ہزار ہا طوفان آئے، ان گنت مشکل گھڑیاں پیش ہوئیں، خطرات کی آندھیاں چلیں لیکن حضور حافظ ملت، آپ کے رفقا، تلامذہ، معاونین کے پائے ثبات میں ذرہ بھر لغزش پیدا نہ ہوئی، بالآخر آپ نے اپنے ذہن میں جس یونیورسٹی کا خاکہ مرتب کیا تھا اور جو خواب پورے ہوش و حواس کی حالات میں دیکھا تھا اسے زمین پر اتار دیا اور وہ خواب شرمندہ تعبیر ہو گیا۔ ذرا وہ خواب بھی ملاحظہ کر لیں، کیا آفاقی ذہن تھا، کیسی دور بینی و دور اندیشی تھی، واہ! سبحان اللہ!

''میں نے دارالعلوم اشرفیہ کو ترقی کی منزل پر پہنچانے کے لیے ''الجامعۃ الاشرفیہ، قائم کیا، اشتہار میں احباب نے بلا میری رائے کے اس کا ترجمہ بریکٹ میں عربی یونیورسٹی کر دیا، نہ میں نے عربی یونیورسٹی قائم کی، نہ کر سکتا ہوں۔ الجامعۃ الاشرفیہ سے میرا مقصد درس نظامی کے منتہی طلبہ کو ہندی، انگریزی، عربی زبان کا صاحب قلم و صاحب لسان بنانا ہے تاکہ وہ ہندو بیرون ہند مذہب حق اہل سنت کی اشاعت کر سکیں، خیال تو بہت زمانہ سے تھا لیکن ہر کام کا وقت ہے، وقت آیا، ہوا، ہو رہا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔'' (ملفوظات حافظ ملت، ص: ۱۲۹)

ان جملوں کے بین السطور سے آپ کا جذبہ دروں صاف دکھائی دے رہا ہے اور آپ کے تعلیمی نظریات پر بھی کما حقہ روشنی پڑ رہی ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے جشن تاسیس کے زریں موقع پر دارالعلوم اشرفیہ میں ابنائے قدیم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انتہائی موثر اور رقت انگیز لہجہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''میں نے آج تک کوئی کاغذی اخبار و اشتہار تو نہیں شائع کیا (حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، علامہ ارشد القادری، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا قمر الزماں اعظمی اور دیگر موجود ممتاز شاگرد علما کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا) یہ ہیں اشرفیہ کے وہ زندۂ جاوید اخبارات واشتہارات جنھیں ہم نے بڑے اہتمام کے ساتھ خون جگر کی سرخیوں سے شائع کیا ہے۔''

(ملفوظات حافظ ملت، ص: ۱۳۳، ۱۳۴)

حافظ ملت قدس سرہ العزیز نے تحریک اشرفیہ کا جس مشن کے تحت آغاز فرمایا تھا اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور مشائخ کے فیضان خصوصی سے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور آپ اپنے مقصد دینی میں کامیاب ہوئے، اس سلسلے میں اہل مبارک پور سے آپ کا وہ خطاب بڑا فکر انگیز اور تشکر آمیز ہے جو روانگی حج کے وقت فرمایا تھا:

''برادران اسلام! میری زندگی کا اہم مقصد دارالعلوم اشرفیہ ہے، میں نے اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیا ہے۔ ۳۵ سالہ زندگی کا بڑا قیمتی وقت اس کی خدمت میں صرف کیا ہے، آپ حضرات کی مخلصانہ خدمات اور بے مثال قربانیوں سے یہ دارالعلوم اس منزل پر پہنچا کہ اپنی خصوصیات میں امتیازی شان رکھتا ہے، پورے ہندوستان پر اس کی خدمات کا سکہ ہے، ملک کے طول و عرض سے خراج تحسین وصول کرتا ہے، یہ مذہب و ملت کا قلعہ ہے، بڑی وزنی اور شان دار درس گاہ ہے، اب یہ خادم

جارہا ہے آپ کے اشرفیہ کو آپ کے سپرد کرتا ہے آپ اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیں اور اپنی زریں خدمات سے ہمیشہ اس کی آبیاری کرتے رہیں، پورا خیال رکھیں کہ اشرفیہ کے کسی شعبہ میں تنزل وانحطاط نہ ہونے پائے، بلکہ آپ کی خدمات سے یہ آگے بڑھتا رہے، خداوند کریم آپ حضرات کو جزائے خیر دے، شاد وآباد رکھے، آمین۔''

(ماہ نامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر، ص:۲۲۸)

قارئین کرام! ذرا ایک ایک لفظ پر غور کریں اور حضور حافظ ملت کی خدمات دینیہ کی شفافیت، مقصد زندگی، دردو سوز، انقلاب آفریں اقدام، دوسروں کی معاونت کی سراہنا، اس تاریخی قلعے کو ناقابل تسخیر بنانے کی حد درجہ کاوشات آپ کا جذبۂ دینی، اشرفیہ کے لیے آپ کی مجنونانہ جد وجہد کا نقشہ نگاہوں میں محفوظ رکھیں۔آپ نے متعدد بار اس خیال کا اظہار فرمایا: ''میں نے اپنے کو ہمیشہ دارالعلوم اشرفیہ کا خادم جانا، خدمت ہی اپنا کام ہے، عہدہ اور اختیارات کا استعمال میرے خیال میں نہیں۔'' ایک انسان جب ایسا اخلاص اور پاک دل رکھتا ہے اور عہدہ ومنصب وسربراہی سے بے نیاز ہوکر خدمت دین وملت کو اپنا خاص مشغلہ بنالیتا ہے تو رحمت الٰہی اس کی دست گیری فرماتی ہے اور غیب سے اس کی مدد ہوتی ہے۔

خدمات واثرات:

حضور حافظ ملت شیخ المشائخ مولانا شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے، حضور صدر الشریعہ سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی، جب آپ نے ۱۳۵۳ھ میں ''باغ فردوس'' دارالعلوم اشرفیہ کی توسیع کا منصوبہ بنایا اور اس میں حضور صدر الشریعہ، حضور اشرفی میاں علیہما الرحمہ کو مدعو کیا تو حضور اشرفی میاں کے نواسے اور نور دیدہ تلمیذ امام احمد رضا حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ حضور اشرفی میاں ۱۳۵۳ھ سے اخیر عمر تک دارالعلوم اشرفیہ کے سرپرست رہے، آپ کے وصال کے بعد سرپرستی کی ذمہ داری حضور محدث اعظم ہند نے قبول فرمائی۔حضور محدث اعظم ہند دارالعلوم کے تعلیمی اور تربیتی نظام سے انتہائی مطمئن تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے دونوں صاحب زادگان شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اور سید ہاشمی میاں کو حضور حافظ ملت کی تربیت میں بھیجا، حضور مدنی میاں نے اعدادیہ سے دورۂ حدیث تک کی مکمل تعلیم دارالعلوم اشرفیہ میں حاصل کی۔سن ۱۹۶۳ء میں وہاں سے آپ کی فراغت ہوئی، علامہ سید مدنی میاں نے حضور حافظ ملت کی صبح وشام کا نظارا کیا ہے، وہ آپ کے دردو سوز اور اخلاص ومجاہدانہ کردار کے چشم دید گواہ ہیں۔''حضور حافظ ملت کی زندۂ جاوید شخصیت'' کے عنوان سے آپ لکھتے ہیں:

''ملت کا حافظ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ملت کی حفاظت میں گزرا، جس نے ملت کی حفاظت فرمائی (۱) تقریر سے (۲) تحریر سے (۳) تدریس سے (۴) مناظرہ کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل سے (۵) اپنی زندگی کو اُسوۂ نبی میں ڈھال کر (۶) اپنی درس گاہ علم وادب سے جلیل القدر علما واساتذہ وخطبا واصحاب قلم ومناظرین ومتکلمین ومفسرین ومحدثین اور اصحاب افتا پر مشتمل ایک خدائی گروہ بنا کر (۷) خانقاہوں میں بیٹھ کر (۸) جامعہ اشرفیہ کے لیے زندگی وقف کرکے (۹) اسٹیج پر رونق افروز ہوکر (۱۰) اپنی درس گاہ علم وادب میں پلنے والے کو اپنی نگاہ فیض سے اس منزل تک پہنچا کر کہ وہ عالمی شہرت کے مالک ہوجائیں۔ المختصر ملت کے حافظ نے ملت کی حفاظت کی ہر ان موثر ذرائع کو استعمال فرما کر جو ملت کی حفاظت کے لازمی وسائل تھے۔''

(ماہ نامہ کنزالایمان، دہلی، جولائی ۲۰۰۵ء، ص:۴۶)

شیخ الاسلام کے ان مختصر اور جامع ارشادات نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی دینی خدمات جلیلہ اور فیضان علمیہ کے اثرات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ واشگاف کردیا کہ ان مختصر سے جملوں میں ایک جہان سمٹ کر آیا اور خدمات واثرات کا اجمالی تعارف ہوگیا۔

حضور حافظ ملت کا صرف یہی اہم اور امتیازی کارنامہ نہیں

ہے کہ انھوں نے اشرفیہ قائم فرمایا۔اس کے لیے جلیل القدر ماہر اساتذہ کی ٹیم جمع فرمائی، نصاب تعلیم ونظام تعلیم کو بہتر بنایا، میدان تدریس،تصنیف، بحث ومناظرہ تقریر وخطابت میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ فرمایا بلکہ سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے دین کی خدمت اور قوم کی ترقی کے ہر میدان کے لیے افراد کی تعیین فرمائی،شخصیت سازی کا فریضہ انجام دیا،تحریک اشرفیہ نے صرف ایک خطے کو متاثر نہ کیا بلکہ اہل سنت و جماعت کے ارباب علم و دانش، اصحاب تحقیق اور عوام وخواص کے لیے ایک عمدہ، دور رس تاثر چھوڑا، مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کے افکار کی ترویج ،تعلیمات کی تبلیغ اور تحقیقات کی اشاعت کے لیے علما کو راغب کیا، صدر الشریعہ و مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کی نشان دہی پر اس میدان کے لیے جان باز تیار کیے اور انھیں کام دے کر اس مشن کو آگے لے جانے کی تلقین کی۔

جس طرح امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے دینی خدمات کی اور مختلف میدانوں میں اپنے تلامذہ اور خلفا کی ایک جماعت کو دین کا فوجی بنا کر میدان کارزار میں تعینات کیا، درس وتدریس ہو، افتا و فتویٰ نویسی ہو، تحریر وتقریر ہو، سیاست وسماجیات ہو، بحث ومناظرہ ہو، انتظامی امور کی قائدانہ صلاحیتوں کا مناسب استعمال ہو،غرض کہ متعدد محاذوں پر اپنے شاگردوں اور خلفا کی ٹیم روانہ کی، دونوں شہزادگان، ملک العلما، صدر الافاضل، صدر الشریعہ، محدث اعظم ہند، محسن ملت، مبلغ اسلام، شیر بیشۂ اہل سنت وغیرہم بے شمار نام ہیں اور ہزاروں ان ناموں سے جڑے ہوئے دینی کام۔گویا امام احمد رضا نے دینی فتوحات وخدمات علمیہ کے لیے ایک فوج تیار کر دی تھی اور مذہب اہل سنت و جماعت کو استحکام مل رہا تھا، جس کے اثرات آج بھی باقی ہیں اور ان شاء اللہ عزوجل یہ تسلسل قائم و باقی رہے گا، حضور حافظ ملت کی ذات بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک نمایاں کڑی تھی اور آپ نے بھی دین کی خدمت کے مختلف محاذوں پر اپنے تلامذہ ومتوسلین کی ٹیم ارسال کی اور اسلام وسنیت کی بقائے دوام اور ترویج واشاعت اور خدمت علم نبوی کے لیے مکمل دوراندیشی کے ساتھ نئی نئی جہات کو دریافت کیا اور باقاعدگی کے ساتھ افراد کا انتخاب فرمایا، خود بھی کتابیں تحریر کیں، معارف حدیث، الارشاد، المصباح الجدید، فتاویٰ عزیزیہ، ارشاد القرآن، انباء الغیب، فرقہ ناجیہ، حاشیہ شرح مرقاۃ، یہ سب آپ کے رشحات قلم کی یادگار ہیں۔

ماہ نامہ اشرفیہ کا اجرا تحریر وصحافت کے میدان میں ایک بڑا ہی اہم اور افادیت سے بھرپور کارنامہ ہے، مولانا بدر القادری مصباحی ہالینڈ، مولانا ڈاکٹر سید شمیم گوہر مصباحی، الہ آباد، حضرت قاری محمد یحیٰ اعظمی، مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی کی ادارت میں جس نے تحریر وقلم کے میدان میں بے پناہ خدمات پیش کیں، اب ماہر قلم مولانا مبارک حسین مصباحی تقریباً بیس برس سے ماہ نامہ اشرفیہ کے مدیر اعلیٰ کے منصب پر فائز ہیں اور اپنے قلم زرنگار سے مختلف موضوعات کو مالا مال کر رہے ہیں، ماہ نامہ اشرفیہ نے اب تک کئی خصوصی نمبرات شائع کیے ہیں جو اپنی جگہ پر ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، مثلاً حافظ ملت نمبر، مجاہد ملت نمبر، صدر الشریعہ نمبر، پیغمبر اعظم نمبر، انوار حافظ ملت نمبر، تعلیمی کنونشن نمبر، غریب نواز نمبر، جشن شارح بخاری نمبر، فقیہ اعظم نمبر، سید ین نمبر، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر قابل ذکر ہیں۔

جامعہ اشرفیہ میں ۱۹۵۹ء میں سنی دار الاشاعت قائم ہوا جس کے تحت فتاویٰ رضویہ جلد سوم تا جلد ہشتم کی طباعت واشاعت کا عظیم کارنامہ دیا جا چکا ہے۔

آپ کے تلامذہ میں شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، علامہ ارشد القادری، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، نصیر ملت علامہ نصیر الدین قادری، شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں اشرفی، مولانا وارث جمال قادری، مولانا بدر الدین احمد رضوی، سید جیلانی حامد اشرفی، علامہ محمد احمد مصباحی، علامہ بدر القادری مصباحی، علامہ یٰسین اختر مصباحی، علامہ قمر الزماں اعظمی، علامہ عبد المبین نعمانی قادری،

علامہ عبداللہ خاں عزیزی، علامہ عبدالشکور مصباحی وغیرہم یہ وہ شخصیات ہیں جو اپنی جگہ آفتاب وماہ تاب ہیں اور ہندو پاک کے اہل علم جن کی علمی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہیں ان حضرات نے نہ صرف درس وتدریس، تصنیف وتالیف میں نمایاں کارنامہ انجام دیا، بلکہ ملک وبیرون ملک ان کی دعوتی خدمات کا دائرہ وسیع ہے، مختلف تعلیمی اداروں کے قیام، تحریری واشاعتی مراکز کا قیام، مساجد وتربیتی مراکز کا قیام ان کی مساعی جمیلہ سے عمل میں آیا، پاکستان میں حضرت مفتی ظفر علی نعمانی مصباحی بانی دارالعلوم امجدیہ کراچی، نیپال میں مفتی جیش محمد برکاتی، کراچی ہی میں شہزادۂ صدرالشریعہ علامہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی، انگلینڈ میں علامہ قمر الزماں اعظمی، ہالینڈ میں علامہ بدرالقادری مصباحی، مختلف ممالک میں علامہ ارشاد القادری، مدینہ منورہ میں علامہ افتخار احمد قادری، گھوسی میں علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، چریا کوٹ میں علامہ عبدالمبین نعمانی وغیرہم جیسے فرزندان اشرفیہ دینی وعلمی کاموں میں مصروف ہیں۔ ان حضرات نے مدارس قائم کیے، مساجد بنوائی، رسائل وجرائد کا اجرا کیا، کتابیں لکھیں، امامت وخطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، تدریس وافتا میں مشغول ہیں۔

بالخصوص افکار امام احمد رضا کی ترویج واشاعت کے سلسلے میں فرزندان اشرفیہ کی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی طباعت، جدالممتار کی اشاعت، سوانح اعلیٰ حضرت، ماہ نامہ تجلیات ناگپور کا امام احمد رضا نمبر، ماہ نامہ المیز ان ممبئی کا امام احمد رضا نمبر، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، امام احمد رضا اور تصوف، امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، امام احمد رضا کا محدثانہ مقام، عشق رضا کی سرفرازیاں، مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا، فن تفسیر میں امام احمد رضا کا امتیاز، افکار رضا، تذکرۂ رضا، معارف کنزالایمان، ارشادات اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا کے ایمان افروز وصایا، جیسی اہم اور مستند ومحقق کتابیں فرزندان اشرفیہ اور حضور حافظ ملت کے خوشہ چینوں نے خاص امام احمد رضا کے افکار وتحقیقات پر تصنیف کیں اور اس باب رضویات میں اولیت کا سہرا اپنے سر سجایا، اور آج بھی تقریر وتحریر، تصنیف وتحقیق کے ذریعہ یہ سلسلہ جاری ہے اور مصباحی برادران اپنا علمی فیضان عام کررہے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ کے زندہ دل اور مخلص ذمہ داران نے ۱۹۹۲ء میں ''مجلس شرعی'' کے نام سے ایک بورڈ قائم فرمایا تاکہ وقت کے مفتیان کرام اور محققین عظام کی ٹیم بیٹھ کر امت مسلمہ کو درپیش مختلف لاینحل مسائل کے حل کے لیے بحث ومذاکرہ کرے اور کسی خاص نکتے پر اتفاق رائے سے فیصلہ ہوسکے، اس کے تحت مختلف موضوعات پر ۱۹۹۳ء سے ۲۰۱۱ء تک اٹھارہ کامیاب ترین فقہی سمینار منعقد کیے جاچکے ہیں، یہ بھی تدوین فقہ حنفی کی بہت بڑی خدمت ہے جو بے حد سراہے جانے کے قابل ہے، اس کی تقلید میں اب تک کئی سمینار بورڈ تشکیل دیے جاچکے ہیں اور ہندو بیرون ہند اپنی اپنی جگہ کامیاب سمینار منعقد کروا رہے ہیں، اس میں اولیت اشرفیہ کے ارباب حل وعقد کو حاصل ہے۔

یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۱ر مئی ۱۹۷۶ء بروز دو شنبہ گیارہ بج کر ۵۰ منٹ پر شب میں حافظ ملت کا وصال ہوا، نماز جنازہ آپ کے صاحب زادے سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مولانا عبدالحفیظ عزیزی نے پڑھائی، جامعہ اشرفیہ ہی کے صحن میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے، یہ شمع اگرچہ بجھ گئی لیکن ہزاروں چراغ جو اس سے جل اٹھے ہیں وہ تو جل رہے ہیں، علم کی روشنیاں عام ہورہی ہیں، فیضان حافظ ملت سے دنیا اکتساب فیض کررہی ہے:

جس نے پیدا کئے کتنے لعل و گہر
حافظِ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

[محررہ: جون ۲۰۱۱ء]

متفرقات

وقت پروقت کی گر بات نہ مانی جائے

مولانا آصف جمیل قادری امجدی [گونڈہ]

۞۞۞۞۞

بے شک پوری دنیا میں تعلیم کے حصول کا منکر کسی بھی خطے میں نہیں مل سکتا۔ چاہے وہ مذہبی تعلیم ہو یا پھر دنیا میں کسی اچھے منصب کی چاہت کے لیے ہو۔ خیر اچھی تعلیم کو ہمیشہ مقدس بابرکت و باعظمت مانا جاتا رہا اور آئندہ یہ روش دائمی پائیدار رہے گی۔

جس طرح زندگی وقت کے محور پر گردش کررہی ہے، بعینہ تعلیم بھی وقت کا بے حد متقاضی ہے۔ ایسا بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایک جاہلِ مطلق انسان نے وقت کی قدرومنزلت کا خیال رکھا، تو آج وہ اپنے گاؤں، قصبہ یا علاقے کا سب سے رئیس آدمی بن گیا۔ اب ہر دن اس کے ہم عصر ہی عزت وشرف کا نیا سہرا اس کے سر باندھے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اسی معاشرے میں کچھ چہرے ایسے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں جو اپنے والدین کی مشکبار شفقتوں کے سایے سے دور غیر معروف اجنبی علاقے میں تعلیم کی خاطر برسہا برس پڑے رہتے ہیں لیکن وقت کی ناقدری نے علم کی برکت سے انہیں محروم کردیا۔

آج coved19 اور social destance کی وجہ سے تعلیم گاہ مقفل ہیں۔ طلبہ کو اپنے گھر پر ہی رہ کر آن لائن تعلیم حاصل کرنے کا سنہرا موقع ملا ہے۔ (شاید اب زندگی میں دوبارہ یہ وقت میسر نہ ہو) کل تک جس چیلنج سے طلبہ کو گزرنا پڑتا تھا یقیناوہ بھی ایک المیہ تھا کہ اپنے دوست احباب بھائی بہن اور والدین کی محبتوں سے کافی دور رہ کر تعلیم حاصل کرنا ہوتا تھا۔ لیکن آج اس سے ماورئی اھل وعیال اعزاء واقرباء کے ساتھ اپنے ہی گھر پر آن لائن موبائل کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنا ہے۔ پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ آن لائن درس کا سلسلہ باضابطہ نظم و نسق کے ساتھ شروع ہے۔ اور طلبائے کرام آپسی گپ شپ یا درس کے علاوہ کسی دوسرے کام (واٹس ایپ، فیس بک چلانے گیم کھیلنے) میں اس طرح ذوق وشوق سے منہمک ہو جاتے ہیں، گویا آن لائن تعلیم کا آغاز اسی خاطر کیا گیا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں والدین کو چاہیے کہ جب بچے تعلیم کے اوقات میں موبائل پر آن لائن ہوں تو ان پر سخت نگرانی کے ساتھ کڑی نگاہ رکھیں۔ اگر بچے اوقات درس میں موبائل پر اپنی مصروفیات کو صحیح سمت میں نہیں لے جارہے ہیں، تو کہیں نا کہیں بچے کی بربادی کا سبب ماں باپ یا پھر وہ افراد ہیں جن کی نگرانی میں بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ اب ایسے لوگوں کو چاہیے کی آن لائن درس شروع ہونے سے پہلے اپنے بچوں کو ضرور بضرور ہدایت کردیا کریں جن میں اسے موضوع بحث رکھیں "اگر خیریت چاہتے ہو تو موبائل پر پڑھائی کے علاوہ اور کسی چیز میں مصروف نہ دیکھوں"

عزیز طلبہ! حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جو کہ اخلاق و مروت کے مشکبار گلستاں تھے، علم وفن کے جبل استقامت تھے، آپ کے پیکرِ عزم و ہمت کا خطبہ آج بھی جامعہ اشرفیہ نیز اس کے پروردہ مصباحی فرزندان بکثرت پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تضیع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے" یعنی ایک انسان اپنے وقت کو صحیح طور پر استعمال میں نہیں لاتا

ہے،تو وہ اپنی زندگی کی گونا گوں لذتوں سے لطف اندوز ہونا تو درکنار یہاں تک کہ اپنے رب کی نعمتوں سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔

عزیز طلبہ! تعلیم کو تمہارے رب نے بہت پاور فل بنایا ہے۔ایک انسان اپنی محنت ومشقت سے دنیاوی دولت وثروت کا انبار تو لگا سکتا ہے اور اس کی بدولت بیشتر طاقت کو خرید بھی سکتا ہے۔ لیکن ذرا محسوس کریں کہ اگر اسی آدمی کا ایک دس سال کا ننھا منا بچہ ابھی علم حاصل کر رہا ہے اور دھیرے دھیرے دن بدن اپنے سینے کو نورِعلم سے منور کر رہا ہے،اس لازوال نعمت ودولت سے اس کا باپ محروم ہے۔گویا اس باپ کی پوری زندگی تاریک راہ پر بہت تیزی سے گزر رہی ہے لیکن نورعلم کی محرومی اسے حلت وحرمت میں کوئی فرق واضح نہیں ہونے دیتی۔عزیز طلباء! تعلیم قومی زندگی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔تعلیم یافتہ افراد ہی سماجی زندگی کے تانے بانے بنتے ہیں۔ وقت کی نبض پر انہی کی نظر ہوتی ہے۔ بدلتے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے منصوبہ بندی بھی انہی کے ذریعہ ممکن ہوتی ہے۔قوموں کے عروج وزوال میں تعلیمی زندگی اور ان کے تقاضوں پر عمل آوری فیصلہ کن کردار نبھاتی ہے۔

اسلام کا تصور تعلیم کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا ہے۔اس کا آغاز لفظ ''اقراء''یعنی تعلیم کے حکم سے ہوتا ہے۔اور اس کی تکمیل ''الکتاب''یعنی قرآن کریم کے زندہ معجزے سے ہوتی ہے۔اسلام کے اولیں قافلہ سالاروں نے علم کی شاندار بزم سجائی اور علم کی شمع سے ہر گھر اور ہر علاقہ کو منور کیا۔ انھوں نے اس وقت کے تمام مروجہ بھید بھاؤ کو درکنار کرتے ہوئے سماج کے ہر فرد کے لیے تعلیم کا انتظام کیا،ہمارے اسلاف کرام نے ہر میدان زندگی کو اپنی علمی تحقیق کا موضوع بنایا،علمی وسعت اور فراخ دلی کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ یہ سب کچھ انھوں نے اپنے جزبہ فرض کے تحت،اپنے شوقِ فراواں کے ساتھ بغیر کسی معاوضہ کے انجام دیا۔کسی بھی سماج کی ترقی اور بہتری علمی ترقی پر منحصر ہوتی ہے۔علم سے نہ صرف زندگی میں بہتری وقار اور رعنائی آتی ہے، بلکہ علم ہی کی وجہ سے عدل و انصاف کو فروغ ملتا ہے۔عقیدہ کی پختگی،سماجی رشتوں میں استحکام، صحت مند معاشرہ کی تعمیر اور معاشی توازن بھی بڑی حد تک علم کی مرہونِ منت ہے۔اسی لیے یہ بات دیکھی جاسکتی ہے کہ جو لوگ علم سے محروم ہیں،وہ اپنے حقوق سے بھی محروم ہیں ان کی زندگی حاشیہ پر ہے۔وہ اوہام وخرافات اور طرح طرح کے امراض کے شکار ہیں نیز ظالموں کے معاشی استحصال کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ان ساری بیڑیوں کو علم کی شمشیرِ براں ایک کاٹ میں توڑ دیتی ہے۔

عزیز طلباء وقت کی ناقدری آپ کو کبھی بھی نورِعلم سے محروم کرسکتی ہے۔اس لیے ہوشیار باش، کیونکہ وقت اپنی ناقدری کا تھپڑ انسان کے منہ پر نہیں بلکہ اس کی روح پر مارتا ہے۔اس وقت انسان کو سوائے پچھتاتے کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ وقت جو آپ کی زندگی کا سب سے انمول ہیرا تھا،سب سے عظیم خزانہ تھا آپ کے ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے اب پھر دوبارہ کبھی بھی واپس نہیں آتا (wested time never return) ہم مادی اشیاء یعنی روپیے پیسے، سونے چاندی مال اور جائداد کی قدر تو کرتے ہیں مگر وقت کی بے دردی سے ناقدری کرتے اسے ضائع کرتے ہیں حالانکہ وقت تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے۔جوشئ جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی اسی اعتبار سے عزت وقدر کی جاتی ہے۔ اور جس نے وقت کی ہر آن قدر کی اس کے ایک ایک لمحے کو ضائع ہونے سے بچا لیا بلکہ اسے نیک اور صحیح کام میں لگا لیا تو زمانہ گواہ ہے اکابر لوگوں کے لیے تاریخ بھی شاہد ہے کہ وقت کی اہمیت نے اس انسان کو سب سے بڑا طاقتور انسان بنادیا۔

وقت پر وقت کی گر بات نہ مانی جائے
وقت پھر وقت نہ دے گا ہمیں پچھتانے کا

gmail.comasifjamiljamil51

جماعتی خبریں

جامعہ حنفیہ رضویہ مانک پور، پرتاب گڑھ میں دو روزہ حنفی سیمینار

مولانا رضوان ازہری [امبیڈکر نگر]

13، 14 نومبر 2021 بروز ہفتہ اتوار کو جامعہ حنفیہ رضویہ، مانک پور، پرتاپ گڑھ میں دو روزہ فکری اور ثقافتی سیمینار منعقد ہوا، جس میں ملک کے مختلف علاقوں سے خصوصی طور پر ازہری علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت نے شرکت کی، اور متعد موضوعات پر گراں قدر مقالات اور تاثرات پیش کیے۔ اس سیمینار کا ایک اہم موضوع تھا

''مدارسِ ہند میں مناہجِ تعلیم کے ضعف وانحطاط کے اسباب''

اس موضوع کے تحت درج ذیل علمائے کرام نے اپنے مقالات وتاثرات پیش کیے۔

1: مولانا ازہار احمد امجدی، اوجھا گنج
2: مولانا شیر محمد مصباحی، لکھنؤ
3: مولانا شمس تبریز ازہری، سری لنکا
4: مولانا تنویر احمد ازہری، مہراج گنج
5: مولانا شمشاد حسین ازہری، کناڈا
6: مولانا قاضی خان ازہری، راجستھان
7: مولانا شمشاد ازہری، نیپال
8: مولانا شریف ازہری، چھتیس گڑھ
9: مولانا سلمان رضا ازہری، روناہی
10: مولانا طیب علیمی، جمداشاہی
11: مولانا محمود غازی ازہری، دلہی
12: مولانا حبیب اللہ ازہری۔ آندھرا پردیش

ان علمائے کرام کے مقالات وتاثرات کے تجزیاتی مطالعے کے بعد جو نتائج سامنے آئے ہم یہاں ان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا مندوبین کرام کے مقالات وتاثرات میں درج ذیل پانچ امور خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

1: مدارس کی تعلیمی ترقی کے لیے مدرسوں کا نظام بہتر بنایا جائے
2: نصاب تعلیم میں عصری تقاضوں کے مطابق جزوی ترمیم کی جائے۔
3: طریقہ تدریس میں مزید بہتری لائی جائے۔
4: با صلاحیت اساتذہ کی تقرری کی جائے اور اساتذہ حضرات اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھانے کی کوشش کریں۔
5: بڑی درسگاہوں میں تقابل ادیان اور دیگر اہم شعبہ جات کا قیام عمل میں لایا جائے۔

اخیر میں اس بات پر زور دیا گیا کہ تجاویز پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عملی اقدام بھی کیا جائے۔ اس سیمینار کا دوسرا اہم موضوع موجودہ دور میں فتنۂ ارتداد کا تدارک کیسے ممکن ہے؟ اور اس کے مؤثر اقدامات کیا ہو سکتے ہیں؟ جس میں مندرجہ ذیل علماء ودانشوران نے شرکت کی۔

1: مفتی ازھار احمد امجدی ازہری۔ بستی
2: مفتی خالد ایوب مصباحی۔ جے پور راجستھان
3: مفتی ظفر نوری ازہری۔ گوالیار

4: مفتی اشرف جیلانی ازہری۔ بھیلواڑہ، راجستھان

5: مولانا احمد رضا ازہری۔ مالیگاؤں

6: مولانا سلمان ازہری۔ اندور

7: مولانا نورالعلی ازہری۔ گھوسی

8: مفتی روشن رضا ازہری۔ جھارکھنڈ

9: مولانا عبدالمبین ازہری۔ بہرائچ

10: مولانا توفیق ازہری۔ پٹنہ

11: مولانا عابد رضا ازہری۔ بہار

اس عظیم سیمینار کا تیسرا اہم موضوع عصر حاضر میں تصوف اور قدیم میراث تصوف کے مابین موازنہ اور تطبیق وہم آہنگی۔

اس میں مندرجہ ذیل علماء ودانشوران قوم وملت نے شرکت کی۔

1: مولانا سید راغب ازہری۔ الہ آباد

2: مولانا سلمان ازہری۔ ممبئ

3: مولانا کمال الدین اشرفی مصباحی۔ رائے بریلی

4: مولانا رئیس الدین ازہری۔ بنارس

5: پروفیسر ڈاکٹر طالب اکرام۔ الہ آباد

6: مولانا محمود ازہری۔ ممبئ

7: مفتی شاہنواز عالم مصباحی ازہری۔ مانک پور شریف

8: مولانا مبارک حسین ازہری۔ نیپال

9: مفتی خالد ایوب مصباحی۔ جے پور راجستھان

10 مولانا سلمان ازہری۔ رونا ہی

ساتھ ہی دو اور اہم موضوع پر علماء ودانشوران قوم وملت نے غور وفکر اور اپنی آراء کا اظہار کیا۔

1: تحفظ ناموس رسالت اور ہماری ذمہ داریاں۔؟

2: مسلم آبادی کے تناسب سے حصہ داری کیسے ممکن ہے؟

جس میں خاص طور سے جن علماء نے اپنی آراء کا اظہار کیا ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

1: محافظ ناموس رسالت حضرت علامہ مفتی سلمان ازہری۔ ممبئ

2: مفتی شاہنواز عالم مصباحی ازہری مانک پور شریف

3: مفتی ازہار احمد امجدی ازہری۔ بستی

4: مفتی اشرف جیلانی ازہری۔ راجستھان

5: مفتی ظفر نوری ازہری۔ گوالیار

6: علامہ محمود غازی ازہری۔ دہلی

8: مولانا عمران مظہر برکاتی۔ بریلی شریف

9: مولانا مفتی منظر رضا۔ الہ آباد

اس سیمینار میں سو سے زائد علماء ودانشوران قوم وملت نے شرکت کی۔ باہر سے آنے والے علماء ودانشوران نے ارادہ کیا ہے کہ جو خیالات وآراء سامنے آئے ہیں اس کے مطابق اپنے علاقے اور محلے میں اس کو عام کرنے کی مکمل جدوجہد کریں گے۔ آخر میں (بانی سیمینار) مولانا شاہنواز عالم ازہری نے تمام شرکاء سیمینار کا شکریہ ادا کیا، قاری بلال ازہری کے سلام اور مفتی ازھار احمد امجدی کی دعا پر سیمینار بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ والحمدللہ علی ذلک

رپوٹر۔ مولانا رضوان ازہری۔ امبیڈکر نگر

☆☆☆

جماعتی خبریں

عرس چہلم حضرت سید طاہر میاں بلگرامی (بلگرام شریف)

مولانا ارشد قمر اخلاقی

عام طور پر خانقاہوں کے مابین جو قلش اور آپسی مشاجرت دیکھنے کو ملتی ہے یہ کسی سے پنہا نہیں ہے لیکن گزشتہ ماہ 25 ستمبر کے دن کو خانقاہ واحدیہ طیبیہ میں منعقد مرجع طریقت مسند رشد وہدایت منبع اخلاق و کردار آل رسول حضور سرکار سید طاہر میاں بلگرامی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم میں اتفاق واتحاد اور محفل کی جو روحانیت دیکھنے کو ملی وہ دور دور تک کسی پروگرام میں دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔

پروگرام کی خصوصیات

اس پروگرام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ رہی کہ حضرت طاہر ملت علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد مصدر تجلیات واحدی شیخ طریقت حضرت مولانا سید سہیل میاں قادری چشتی واحدی کو خانقاہ واحدیہ طیبیہ کا سجادہ منتخب کیا گیا اس محفل نور میں سادات عظام اور ملک بھر کی خانقاہوں کے سجادگان اور نامور علمائے کرام نے شرکت فرمائی، محفل کا انعقاد خانقاہ واحدیہ طیبیہ کے کشادہ صحن اور تاریخی قدیمی مسجد کے احاطہ میں ہوا، مرکز تجلیات مارہرہ مطہرہ کے صاحب سجادہ رفیق ملت صوفی طریقت شیخ کامل حضرت سید نجیب حیدر میاں مارہروی نے دوران خطاب کئی قیمتی باتیں کہیں آپ نے فرمایا سرکار سید طاہر ملت نے بڑی محنت ولگن سے رزق حلال کسب فرما کر اپنے صاحبزادگان کی پرورش فرمائی انھوں نے مزید کہا یہ خانقاہ یعنی سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی کی خانقاہ کرامات سے نہیں بلکہ علم وحکمت سے پہچانی گئی ہے پھر بعد میں حضرت رفیق ملت نے شیخ طریقت سید سہیل میاں کو اپنا تبرک رومال عطا کرتے ہوئے اپنے سلسلہ برکاتیہ کی خلافت واجازت سے نوازتے ہوئے کہا یہ فیض اصل میں اسی در (خانقاہ واحدیہ) کا ہے جو آج میں سہیل میاں کو عطا کر رہا ہوں،

ان سے بیشتر مرجع طریقت بحر معرفت حضرت حافظ ومولانا سید اویس مصطفی قادری صغروی صاحب سجادہ خانقاہ صغرویہ بلگرام شریف نے دوران نصیحت قیمتی باتیں کہیں اور ساتھ میں اپنے سلسلہ صغرویہ کی خلافت واجازت سے بھی نوازا اور کہا اگرچہ سہیل میاں مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں لیکن خاندان کا طریقہ یہ بھی ہے جو عمر میں بڑے ہوتے ہیں وہ بھی اپنی خلافت واجازت سے نوازتے ہیں چونکہ بڑے بھائی سید نجیب میاں اپنی خلافت واجازت سے نواز چکے ہیں، لہٰذا میں بھی اپنی خلافت صغرویہ جو خاندان کا پہلا سلسلہ ہے اس سے نوازتا ہوں اس درمیان حضرت سید سہیل میاں نے حضرت سید اویس مصطفی صغروی کا شکریہ ادا کیا اور یہ منظر قابل دید تھا پھر دعا کرتے ہوئے کہا میری دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کو سید میر عبدالواحد بلگرامی اور نانا جان سید طاہر ملت کا سچا پکا جانشیں بنائے اور برکتیں نصیب فرمائے، حضرت سید اویس مصطفیٰ نے دوران خطاب محفل میں تشریف فرما اپنے خاندان صغرویہ کے تمام افراد کے لئے دعا فرمائی اور کہا ہم تمام کو اللہ شیر وشکر کی طرح رکھے اور نظر بد سے محفوظ فرمائے۔

روحانی اور پر کیف لمحات

یہ لمحات واقعی قابل دید اور روحانیت سے پر تھے جب بڑی بڑی خانقاہوں کے سادات شخصیات حضرت آل رسول سید سہیل میاں کو اپنی دعاؤں سے نواز رہے تھے یہ یادیں تاریخ کے لیے انمول حسین گلدستہ کی حیثیت رکھتی ہیں، اس طرح انوار وتجلیات سے پر شخصیات کا یکجا ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، مشائخ عظام کے مابین اتفاق واتحاد اور الفت ومحبت کی یہ روحانی گھڑی دیکھ کر تمام مشائخ کے محبین ومریدین فرحاں وشاداں تھے اور کیوں نہ ہو کہ ایسا ہونا بھی

چاہیے۔

برادران کی رفاقت

صاحبزادہ حضرت سید سعید اختر اور صاحبزادہ حضرت سید رضوان میاں نے بھی اپنے بھائی حضرت سید سہیل میاں کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور کہا ہم تمام بھائی باتفاق رائے سہیل میاں کو سجادگی پر مقرر کر رہے ہیں، حضرت سید سعید اختر صاحب کے اس جملہ نے محفل میں ایک رنگ پیدا کر دیا پھر وہ وقت بھی آیا جب سرکاران مارہرہ اور بلگرام نے مشترکہ طور پر حضرت سید سہیل میاں کے سر پر سجادگی کی پگڑی باندھی پوری محفل نعرہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی۔

آبدیدہ خطاب

بعد میں نومنتخب صاحب سجادہ حضرت سید سہیل میاں نے آبدیدہ ہوکر عظمتِ والدین پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا دنیا میں مجھے کوئی نعمت مل جائے لیکن طاہر ملت جیسا باپ نہیں ملے گا انھوں نے کہا یہ رسم سجادگی کی ذمہ داراپاں کیا ہیں میرے دل سے پوچھو کہ آج میں کتنا گراں بار ہوں لیکن کوشش یہ ضرور کرونگا کہ طاہر ملت کی ادا بن سکوں حضرت سید سہیل میاں نے والد گرامی پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ طاہر ملت صرف میرے باپ نہیں اپنے بے شمار محبین کے روحانی باپ تھے اور ان کے جانے سے صرف میری اور میرے بھائیوں کی آنکھیں نم نہیں بلکہ ان سے ایک مرتبہ بھی اگر کوئی ملا تو ان کی آنکھیں بھی نم ہیں، حضرت طاہر ملت دسترخوان پر کیوں نہ بیٹھے ہوں لیکن اگر ملنے والا پریشان حال آجاتا تو نوالہ چھوڑ کر ان سے ملنے باہر تشریف لے آتے، شیخ طریقت حضرت سید مولانا ندیم القادری راجستھانی نے بھی اولیائے طریقت کی شان میں تصوف سے پر اشعار پیش کئے جس سے مجمع کی روح بیدار ہوگئی۔

معارف طاہر ملت

اس پروگرام میں حضرت سید طاہر ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل سہ ماہی جام میر کا خصوصی ضمیمہ ''معارف طاہر ملت'' کا اجرا ہونا تھا لیکن کسی سبب سے نہیں ہو پایا، اب یہ کام مکمل معیاری انداز میں خلیفہ طاہر ملت حضرت قاری عارف القادری واحدی کی سرپرستی انجام پا رہا ہے، ان شاء اللہ رواں ماہ عرس طیبی واحدی میں اس کا اجرا عمل میں آئیگا۔

شرکت

اس محفل نور میں کثیر تعداد میں مشائخ طریقت اور علمائے کرام حاضر رہے جس میں حضرت سید فیضان میاں بلگرامی، حضرت ڈاکٹر سید بادشاہ میاں بلگرامی، حضرت علامہ صغیر احمد جوکھنپوری، مفتی حنیف برکاتی، حضرت سید حسان میاں صاحب مسولی شریف، خلیفہ طاہر ملت حضرت قاری عارف القادری واحدی، مولانا حنیف القادری، مولانا عرفان الحق قادری، مولانا اسرار احمد فیضی، مفتی امیر حسن امجدی، مفتی فرقان رضا، حافظ احسان رضا، مفتی فرید نوری پیلی بھیت شریف، حضرت حافظ و قاری مولانا اختر رضا قادری خانقاہ تیغیہ کھرساہا شریف سیتامڑھی بہار، قاری طاہر القادری پیلی بھیت شریف، قاری سخاوت حسین پیلی بھیت شریف، قاری ارشاد ازہری سیتھل، حضرت قاری ارشاد رضا نوری، مفتی خورشید عالم مصباحی، مولانا عرفان القادری، قاری یوسف سنبھلی، قاری ناظر حسین تحسینی، مولانا اسرائیل کے اسماء قابل ذکر ہیں، شعراء میں محمد علی فیضی، راشد رضا مرکزی، سلیم رضا پیلی بھیت، سیف رضا واحدی، فرحان رضا برکاتی، اظہار شاہجہاں پوری، استاذ الشعراء جاوید صدیقی، طفیل شمسی، سعید اختر جوکھنپوری وغیرہ نے منبقت کے اشعار پیش کئے، حضرت قاری ناظر رضا تحسینی، مولانا اسرائیل مسعودی، قاری یوسف رضا سنبھلی نے مشترکہ طور پر نظامت کے فرائض انجام دئے۔ حضرت رفیق ملت، حضرت سید اویس مصطفی قادری اور سہیل ملت کی دعائیہ پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: قمر اخلاقی امجدی

خانقاہ قادریہ تیغیہ کھرساہا شریف سیتامڑھی بہار

☆☆☆

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں
۳۰ جمادی الاولیٰ
و یکم جمادی الآخرہ
۴، ۵ جنوری ۲۰۲۲ء
بروز منگل، بدھ
۴۷ واں
عرس
حضور حافظ ملت
جلالۃ العلم ابو الفیض علامہ شاہ
عبد العزیز
بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
04th, 05th
JANUARY 2022
TUESDAY & WEDNESDAY
47th URS-E-
HUZOOR HAFIZ-E-MILLAT
AL-JAMIATUL ASHRAFIA
MUBARAKPUR, AZAMGARH
عبد الحفیظ
اور
جلسہ دستار فضیلت
عرس حافظ ملت کا پیغام نماز با جماعت کا اہتمام
نظام الاوقات
اجلاس عام
05462
250149
250092
ارکان حافظ ملت عرس کمیٹی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
شائع کردہ